رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱

رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ
سالانہ ....
ششماہی ....
سہ ماہی ....

شرح چندہ
سالانہ ....
ششماہی ....
سہ ماہی ....

قیمت فی پرچہ (۲ر)

قیمت پرانا پرچہ ۴ر

جلد ۳ | ۱۳ر اسفندار ۱۳۵۴ ف | ۲۰ر محرم ۱۳۶۴ھ | ۶ر جنوری ۱۹۴۵ء شنبہ | نمبر ۲۹

ایوان رؤسا کی مجلس قائمہ کا استعفا

اور اس کے اسباب

۷ر دسمبر کے "ٹائمز آف انڈیا" میں ایک سیاسی مبصر کا ایک مکتوب شائع ہوا ہے جس میں مراسلہ نگار نے تحریر کیا ہے کہ "یہ بات بالکل واضح ہے کہ ایوان رؤسا کی مجلس قائمہ کا متفقہ استعفا رؤسائے ہند کے وسیع تر مفادات کے سلسلہ میں ایک اجتماعی احتجاج ہے۔ ریاست ہائے ہند کی آبادی ہندوستان کی مجموعی آبادی کی تقریباً ایک چوتھائی ہے اور ریاستوں کا رقبہ ہندوستان کا ایک تہائی حصہ ہے۔"

مختلف فیہ نقاط

جو نازک صورت حال پیدا ہوئی ہے اس کی وجہ استعفا نہیں ہے بلکہ وہ اسباب ہیں جو اس کے عقب میں کارفرما رہے ہیں۔ کیونکہ ہم نے اپنے ہفتہ واری تبصرہ میں بتایا ہے کہ سیاسیات کے صرف تین نقاط پر بحث کی ہے جو رؤسا اور محکمہ سیاسیات ہند کے مابین مختلف فیہ ہیں۔ محکمہ سیاسیات ہند کے اس جواب کی بناء پر جو ایوان رؤسا کے چانسلر کو وصول ہوا تھا مجلس قائمہ نے متفقہ طور پر استعفا دے دیا۔

کہا جاتا ہے کہ مجلس قائمہ کے اس عمل سے چانسلر نے ان سارے رؤسا کو مطلع کر دیا تھا جو دہلی میں جمع تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رؤسا نے متفقہ طور پر اس فیصلہ کی تائید کی۔ ہر انصاف پسند کو دیکھ کر مایوسی ہوگی کہ ایسے اہم معاملات میں رؤسا اور محکمہ سیاسیات کے مابین سمجھوتہ نہ ہو سکا۔ یہ معاملات ایسے ہیں کہ حکومت برطانوی ہند اور ریاستیں مساوی طور پر متاثر ہوتی ہیں۔

ہندوستان کے ہر ذی ہوش کا یہ فرض ہے کہ وہ یہ معلوم کرے کہ رؤسائے ہند محکمہ سیاسیات کے اتفاق سے اپنی پالیسی اور عمل میں کیا تغیرات کرنا چاہتے ہیں۔ بعض ریاستوں کی سماجی سیاسی یا معاشی زندگی کی کمزوریوں پر بار بار زور دینا قرین انصاف نہیں۔ رؤسا اور ان کی رعایا اپنے علاقوں کے لئے وہ تمام فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں جن پر سارے ملک کی خوشحالی منحصر ہے۔ اس مقصد کے پیش نظر وہ چاہتے ہیں کہ برطانوی ہند کے بالمقابل اپنے موقف کو سیاسی و معاشی اعتبار سے صاف اور واضح طور پر متعین کریں۔ معاہداتی حقوق اور ثالثی وغیرہ کے سوالات اسی سلسلہ میں پیدا ہوتے ہیں۔

ایک دیرینہ مطالبہ

ایک چیز واضح طور پر ذہن نشین رہے۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ حکومت ہند رؤسا یا ان کی رعایا یا دونوں کو نظرانداز کر کے اکثر یک طرفہ فیصلے کرتی رہی ہے۔ اس ضمن میں رؤسا نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ کوئی ایسا فیصلہ کرنے سے پہلے جو معاہداتی حقوق یا ریاستوں کی معاشی و صنعتی زندگی کو متاثر کرتا ہو پہلے رؤسا سے مشورہ کر لیا جائے۔ یہ مطالبہ اسی قدر معقول ہے کہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ وہی صرف اس تجویز کا بھی خیر مقدم کیا جانا چاہئے کہ جس مطالبہ پر ابھی کچھ [illegible] ممکن نہ ہو تو یہ تنازعہ فیہ مسئلہ خواہ وہ معاشی یا سیاسی مسائل سے تعلق رکھتا ہو یا معاہدات کی تعبیر سے ایک غیر جانبدار ثالثی کے سپرد کیا جائے۔

ایسے جنگ تنظیم اور مستقبل کی صنعتی پالیسی جیسے اہم مسائل میں جو رعایا پر براہ راست اثرانداز ہوتے ہیں اور یہ امر موجب طمانیت ہونا چاہئے کہ ان پیچیدہ مسائل کو حل کرنے میں خود رؤسا نے اشتراک عمل کے لئے آمادگی ظاہر کی اور اپنی ریاستوں کے کارخانہ داروں کو اس کی اجازت نہیں دی کہ وہ اپنے مسائل زور و قوت سے جس قدر چاہیں فائدہ اٹھائیں۔ رؤسا اپنی اس روش کی بناء پر اس بات کے مستحق ہیں کہ انہیں اپنی رعایا کا حقیقی قائد تسلیم کیا جائے۔ ہندوستان کو ترقی پسند ملک نہیں سمجھا جا سکتا اگر اس کی ایک چوتھائی آبادی کو نظرانداز کر دیا جائے۔ پس یہ بات برطانوی ہند اور ریاستوں کے لئے بہت اہمیت رکھتی ہے کہ جو پالیسی بھی اختیار کی جائے وہ دونوں کے لئے مساوی طور پر مفید ہو۔

غیر متعلقہ بحث

محکمہ سیاسیات ہند یا رؤسا کی جانب سے کوئی سرکاری بیان جاری نہ ہونے کی وجہ سے قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں اور غلط نتائج اخذ کئے جا رہے ہیں۔ مجلس قائمہ کے استعفیٰ کے ساتھ دوسرے مسائل مثلاً ایوان رؤسا کی دستوری حیثیت رؤسا کے خانگی مصارف وغیرہ کو مخلوط کرنا مناسب نہیں۔ تمام بڑی ریاستوں میں برطانوی ہند کے قوانین کے مماثل قوانین نافذ ہیں۔ اسی نوعیت کی عدالتیں ریاستوں میں عدالت گستری کا کام انجام دیتی ہیں جیسا کہ برطانوی ہند میں ہے۔ چھوٹی ریاستوں میں ان کے محدود وسائل کی وجہ سے عدالتوں کا معیار بلند نہیں ہو سکا اور یہی وجہ ہے کہ چھوٹی ریاستوں کے لئے مشترکہ خدمات کی تجویز پیش کی جا رہی ہے جس کو روبہ عمل لانے کے لئے ایوان رؤسا کی کمیٹی [illegible] ہے۔ اکثر رؤسا اپنے خانگی مصارف گھٹا رہے ہیں۔ ہندوستان کی ساری ریاستیں اپنی رعایا کی فلاح و بہبود اور خوشحالی کے ذرائع اور وسائل کی تلاش میں مصروف ہیں۔

ملکت ہفتہ وار

جلد ۴	۴ اسفندار ۱۳۵۴ف	نمبر ۳۹

جذبۂ تسلط

معاصر "ریحیت" نے ڈاکٹر شیام پرشاد مکرجی صدر ہندو مہاسبھا کے خطبۂ صدارت پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ ڈاکٹر مکرجی دوسرے مہاسبھائیوں سے مختلف ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کا ہے۔ ڈاکٹر مکرجی کے خطبۂ صدارت سے معاصر موصوف نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو:-

"اس بات کا خوب احساس ہے کہ ہندوستان میں ہندوؤں کی اکثریت ہے اور اکثریت کی حیثیت سے ہندوؤں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اقلیتوں کے تمام حقوق اور مراعات کا پورا پورا لحاظ رکھیں جس کے وہ مستحق ہیں اور اقلیتوں کے دلوں پر اکثریت کا جو خوف طاری ہے اس کو دور کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کریں۔ ان کو یہ بھی معلوم ہے کہ جب تک ملک کے مختلف فرقوں کے مابین سمجھوتہ نہ ہو جائے اُس وقت تک سیاسی تعطل کا حل نہیں ہو سکتا اور تیسری قوت کے خلاف مشترکہ محاذ پیش نہیں کیا جا سکتا۔"

اگر سیاسیات کا ایک مبتدی بھی ڈاکٹر شیام پرشاد مکرجی کے خطبۂ صدارت کا سرسری طور پر بھی مطالعہ کرے تو وہ معاصر "ریحیت" کی رائے کے خلاف یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوگا کہ صدر مہاسبھا تو مختلف فرقوں سے سمجھوتہ چاہتے ہیں اور نہ "تیسری قوت کے خلاف مشترکہ محاذ" پیش کرنا ان کا مقصود حقیقی ہے۔ عددی اکثریت کے بل بوتے پر سارے ہندوستان پر مسلط ہونا مہاسبھائی قائدین کا جذبۂ غالب رہا ہے۔ ڈاکٹر شیام پرشاد مکرجی کا خطبۂ صدارت بھی اس جذبہ سے خالی نہیں اگرچہ انھوں نے الفاظ ذرا خوشنما اور نظر فریب استعمال کئے ہیں، اگر مہاسبھا کے صدر کا واقعی یہ منشا ہے کہ اقلیتوں سے سمجھوتہ کر لیا جائے اور ایک مشترکہ پلیٹ فارم قائم کیا جائے تو پھر انھوں نے گاندھی جناح گفتگوئے مفاہمت کی مذمت کرتے ہوئے یہ کیوں فرمایا کہ:-

"مسٹر گاندھی نے مسٹر جناح کو مطمئن کرنے کی کوشش کر کے ایک ہمالیائی غلطی کی۔"

اور ایک مشترکہ مطالبہ کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے یہ کیوں ارشاد ہوا کہ:-

"ہو سکتا ہے کہ مسلم لیگ اس قسم کے مطالبہ میں شرکت نہ کرے مگر دوسرے مسلمان تو موجود ہیں جن کی مثالیں راجگوپال چاری کے فارمولا نے پیش کی ہیں اور جو اقلیتوں کے حقوق کو مناسب طور پر محفوظ رکھ کر ہندوستانی قومیت کی حمایت میں کمر بستہ ہونے کے لئے تیار ہیں۔"

کیا مہاسبھا کے صدر اور کانگریسی قائدین لیگ کو نظرانداز کر کے غیر لیگی مسلمانوں سے کوئی سمجھوتہ کر لیں تو اس سے ہندو مسلم مسئلہ حل ہو جائے گا اور وہ اتحاد پیدا ہوگا جو "تیسری قوت کے آگے مشترکہ محاذ پیش کرنے" کے لئے ضروری ہے؟ ہمارے خیال میں ایسا سمجھنا حقائق پر پردہ ڈالنا ہے۔ مہاسبھائی لیڈر ہوں یا کانگریسی جب تک عددی اکثریت کے زعم میں تسلط کے خواہشمند رہیں گے نہ تو اتحاد پیدا ہوگا اور نہ آزادی حاصل ہوگی۔ حقیقت پسندی کا تقاضا یہ ہے کہ تسلط کے بجائے توازن و مساوات کا اصول اختیار کیا جائے۔

جیسا کہ ہم نے اوپر کہا ہے مہاسبھائی اور کانگریسی قائدین کا یہ جذبۂ تسلط گزشتہ ربع صدی کی سیاسی تحریکات میں مختلف صورتیں اختیار کرتا رہا ہے۔ بندے ماترم کا قضیہ، اردو ہندی کی تحریک، اکھنڈ ہندوستان کا نعرہ یہ سب اسی جذبہ کے مختلف مظاہر ہیں۔ اس سے ہندوستان کی تحریک آزادی کو جو نقصان ہو چکا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اس کشمکش کے مضر اثرات پر بحث کرتے ہوئے مدراس کے ایک سابق کانگریسی وزیر مسٹر ایس راماناتھن نے اپنے ایک مضمون میں جو نومبر ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا تھا لکھا ہے کہ:-

"سیاسی جلسوں میں بندے ماترم گایا جانے لگا۔ یہ گیت 'کالی' کی شان میں ہے جس کے ایک ہزار سر اور ایک ہزار ہاتھ ہیں۔ اس گیت سے بعض ہندوؤں میں جذبۂ عبادت بیدار ہوتا ہے لیکن مسلمان جو اپنی روایات اور تربیت کی وجہ سے بت پرست نہیں ہیں اس کو روا نہیں رکھ سکتے۔ وہ محض اپنے ہندو بھائیوں کے ساتھ اخلاق برتنے کی خاطر اس گیت کو گوارا کر لیتے ہیں لیکن اخلاق اور مروت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس حد سے بھی گزر چکے ہیں۔ اب ہمیں یہ تصفیہ کرنا ہے کہ یا تو پاکستان کو تسلیم کر کے مسلمانوں کو اپنا راستہ چلنے کی اجازت دے دیں یا سالہا سال تک حکومت خود اختیاری سے محروم رہیں۔ .... اگر ہم مطالبۂ پاکستان کو جرأت کے ساتھ تسلیم کر لیں۔

غیر کسی ذہنی تحفظ کے

تو اس کے بعد مسلمانوں میں تبدیلی قلب ضروری ہے جو ہندوستان کے قومی اتحاد کی بنیاد بن سکتی ہے۔ پاکستان ایک نصب العین کی حیثیت سے غیر موثر سہی مگر کانگریس کے مذہبی رجحانات کے مقابلہ میں بہت موثر ہے۔ پاکستان کو قبول کر لینا چاہئے اس لئے نہیں کہ یہ مسلم عوام کا مطالبہ ہے بلکہ اس لئے کہ ہندوستانی قومیت کو اپنی پچھلی غلطیوں کی قیمت ادا کرنی ہے۔"

ہندوستانی سیاسیات کے مبصرین جانتے ہیں کہ مہاسبھا اور کانگریس کے اسی جذبۂ تسلط سے بچنے کے لئے مسلم لیگ نے حق خود ارادیت کا مطالبہ پیش کیا جو عام طور پر پاکستان کے نام سے مشہور ہے۔ اس مطالبہ کا مقصد یہ ہے کہ ایسی علاقہ واری وحدتوں کو کامل آزادی دی جائے جہاں مسلمان اکثریت رکھتے ہیں۔ مسلم عوام یہ سمجھتے ہیں کہ مسلم لیگ نہ صرف سامراجی حکومت سے ہندوستان کی مکمل آزادی چاہتی ہے بلکہ ایسی علاقہ وار وحدتوں کی بھی آزادی اور مساوات جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں اور ان صوبوں کے مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ جہاں وہ اقلیت میں ہیں۔ مسلم لیگ کے اثر و نفوذ میں جو ترقی ہوئی اس کو جدت پسندی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے برعکس یہ ایک علامت ہے اُس خلاف سامراج شعور کی جو مسلمانوں میں پیدا ہوا ہے لیگ کے اس مطالبہ کے خلاف ایک طرف تو اکھنڈ ہندوستان کی تحریک شروع کی گئی اور دوسری طرف لیگ کی اہمیت کو گھٹانے کے لئے غیر لیگی مسلمانوں کو اچھالا جانے لگا۔ چنانچہ ڈاکٹر شیام پرشاد مکرجی نے بھی اپنے خطبہ صدارت

کی رپورٹ کے مطابق مجوزہ ادارت کا بالواسطہ یا بلاواسطہ کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا بلکہ غیر لیگی مسلمانوں کی تائید پر انحصار کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سیاسی تعطل جوں کا توں اپنی جگہ پر برقرار ہے۔

ہندوستان کے ایسے سیاسی مفکرین بھی ہیں جو جماعتی منافرتوں سے علحدہ رہتے ہیں بار بار یہ جتلاتے رہتے ہیں کہ ہندوستان کی آزادی کے تصور میں مختلف قوموں کی آزادی کا تصور بھی مضمر ہے جو ہندوستان کی سرزمین پر صدیوں سے آباد ہیں۔ ان مختلف قوموں کو ایک آزاد ہندوستانی یونین میں خود مختار حکومت تشکیل دینے اور ہندوستانی یونین سے اگر وہ چاہیں علحدہ ہونے کا حق حاصل ہونا چاہئے۔ جیسا کہ سوویٹ روس نے اس کی مثال قائم کردی ہے۔ قوموں کے حق علحدگی کو تسلیم کرنا ہندوستان میں ان کی مساوات اور آزادی کو تسلیم کرنا ہے۔ اس سے علحدگی کی بنیاد نہیں پڑے گی بلکہ ایک ایسی ہندوستانی یونین کی بنیاد پڑے گی جس میں آزاد قومیں برضا و رغبت اشتراک عمل کریں گی۔ جب تک حق خود ارادیت، مساوات اور آزادی کی بنیاد پر ہندوستان کی ان دو بڑی قوموں کے اتحاد کو تسلیم نہ کیا جائے وہ مشترکہ محاذ پیدا نہیں ہو سکتا جو جری سرمایہ پرستی کو بہی میری قوت کے آگے پیش کرنا چاہتے تھا۔ غیر لیگی مسلمانوں سے کانگریس یا مہاسبھا کا اتحاد آزادی کی منزل تک نہیں لے جاتا بلکہ ایک طرف ان کے جذبہ تسلط کو بے نقاب کرتا ہے اور دوسری طرف عامۃ المسلمین کے شکوک و شبہات میں اضافہ۔ اور یہ نتیجہ مستنبط ہو سکتا ہے کہ آزادی کے نعرے محض نمائشی ہیں۔ اصلی غایت بیرونی سامراج کے سایہ میں اعدادی اکثریت کی حکومت قائم کرنا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں اس اجلاس میں جو تہنیت انگیز قرارداد پیش کی گئی جس میں اور حیدرآباد کے متعلق جو لہرا اٹھایا گیا اس پر ہمارے معاصرین نے کافی بحث کی ہے۔ ہم یہاں صرف اس قدر کہنا چاہتے ہیں کہ جو آزادی اور آزادی کے ان مدعیوں سے ایسا ہی توقع ہو سکتی تھی۔ اس لئے ان کی روش پر مطلق تعجب نہیں ہوا۔ حیرت صرف اس امر پر ہے کہ معاصر رہنمائے دکن ان علانیہ بیانوں اور رسمی اعلانوں کی تردید کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی جو حیدرآباد سے متعلق کی گئیں۔

انڈین سائنس کانگریس

سر بھٹناگر کی صدارتی تقریر

ناگپور ۔ ۲ جنوری ۔ انڈین سائنس کانگریس کا اجلاس آج یہاں سر شانتی سروپ بھٹناگر کی صدارت میں شروع ہوا۔ کانگریس کے اجلاس ۷ جنوری تک جاری رہیں گے۔ مختلف شعبوں کے جلسوں کی صدارت مختلف ماہرین سائنس کریں گے۔ سر شانتی سروپ بھٹناگر نے اپنے خطبہ صدارت میں کہا کہ سائنس انسانی ترقی میں اہم حصہ لے سکتی ہے اور اس کو ایسا حصہ لینا چاہئے۔ اور یہ کہ جب تک انسانی فلاح و بہبود کے ان امکانات کی تلاش کرنے کے مواقع فراہم نہ کئے جائیں گے تب تک ایک بہتر دنیا پیدا نہیں ہو سکتی۔

تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ اس حقیقت کو سمجھنے کی فرصت ہے کہ قومی ترقی کے لئے ایک منظم سائنس کی ضرورت ہے۔ ایک بے رحمانہ جنگ اور عالمگیر خونریزی کی ضرورت پیش آئی۔

میکانکی جنگ کے نئے ہتھیاروں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ سائنس نے نہ صرف نئے ہتھیار اور آلات ایجاد کئے بلکہ ایک کٹھن زمانہ میں کسانوں کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لئے صنعت اور زراعت کو مدد دی۔

اس کے بعد آپ نے کہا کہ ہندوستانی جامعات کے وائس چانسلروں کو قوم اور حکومت سے فنی تعلیم اور ہندوستانی جامعات میں سائنس کی ترقی کے لئے مزید گرانٹ کا مطالبہ کرنا چاہئے۔ اس ضمن میں آپ نے کہا مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ ہندوستانی معاشیات میں سائنسی تحقیقات کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی اور کفایت شعاری کے نام سے متعلقہ پر خیرات کی رقم بندی کے باوجود ریسرچ اسکالروں کا داخلہ تقریباً ممنوع کر دیا گیا ہے۔

اس کے بعد آپ نے کہا کہ یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ جامعاتی تعلیم کے میدان کو سیاسیات اور فرقہ واریت سے ممکنہ حد تک پاک رکھا گیا ہے مگر عجب ہے کہ وائس چانسلروں کے انتخابات میں سیاسیات اہم حصہ لے رہی ہے ہندوستانی جامعات کے معیار بلند ہونے کے بجائے پست ہوتے جا رہے ہیں اور اگر چانسلر اور یونیورسٹی کورٹ ان برائیوں کا سدباب نہ کریں تو جامعات مرکز تدریس و تعلیم ہونے کے بجائے سیاسی اکھاڑے ہی بن جائیں گے۔

آگے چل کر آپ نے کہا کہ اگر ہندوستانی صنعت صحیح معنوں میں ترقی کرنا چاہتی ہے تو اس کو تحقیقات کے مصارف پر زیادہ توجہ دینا چاہئے۔ ہندوستان

تب تاتا کے سوا کسی بھی ادارے نے سائنس اور صنعت کی تحقیقات کے لئے مستقل رقم نہیں دی ہے۔ اس جنگ کے بعد ہندوستان کی اکثر صنعتوں کے نمائندے نے بہت کچھ کام کیا ہے۔ ہندوستان میں جو صنعتی ادارے قائم کئے ہیں ان کو متحد ہو کر صنعتی تحقیقات کی انجمنیں اور سائنسی و صنعتی تحقیقات کی ایک کونسل قائم کرنا چاہئے۔ اور حکومت کو ان اداروں کی مالی امداد کرنا چاہئے تاکہ وہ مستقبل تک بے پرواہ رہ سکیں۔

ہندوستان کو صنعتی بنانے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے آپ نے کہا کہ اس سلسلہ میں اہم ترین موضوع ہندوستان کے معیار حیات کو بلند کرنے کی کوشش ہے۔ کوشش یہ کی گئی ہے کہ ہم دنیا بھر کی چیزیں یہاں پیدا کریں۔ سیاسیات کو تمام واقعات میں زیادہ دخل ہے اور غلام ہونے کی وجہ سے معاشی ترقی کا بہترین ذریعہ ایسی قومی حکومت کا قیام ہے جو عوام کی نمائندہ ہو۔ جب تک ایسی حکومت کی غیر موجودگی ہے یہ لازم نہیں آتا کہ غور و فکر کرنے والے مرد اور عورتیں مستقبل کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے ہم وطنوں کی حالت سدھارنے کے لئے کوئی تدابیر نہ سوچیں مجھے اس کا یقین نہیں ہے کہ ملک کے معدنی اور قدرتی ذرائع سے زراعت اور صنعت کی ترقی کے لئے امکان بھر کوشش نہ کی جائے۔

بعض حضرات نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ ہندوستان کا مسئلہ زیادہ تر سیاسی ہے اور حکومت، امن اور آزادی کے مسائل حل ہوں تو ہندوستان کی ترقی ہو سکے گی۔ آپ نے کہا کہ صرف امداد ہندوستان کے افلاس کے مسائل کو حل کر سکتی ہے اور دیگر عالمی تجارت میں سیاسیات کو پیش نظر رکھ کر دولت مند ملکوں کے علاوہ عالمی منڈیوں کو بھی مدد دینا چاہئے۔ ہندوستان میں اس وقت تک صنعت، خوشحالی اور خوداختیاری نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہندوستان کی آبادی کو قومی اعتدال کے ساتھ دوسرے پیشوں کو اختیار نہ کرے۔

تقریر ختم کرتے ہوئے صدر محترم نے کہا کہ مجھ یقین ہے کہ سائنس کو اس وقت تک کوئی مستقبل نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہماری زراعت اور صنعتیں پوری طرح ترقی نہ کرلیں غذا اور صحت میں اضافہ کا انحصار ان باتوں پر ہے سائنسی تحقیق اسی وقت ترقی کے منازل طے کرتی ہے جبکہ اس کو قومی ذرائع کے ادنیٰ خوانہ اور موجودہ صنعتوں اور نئی قسموں کے لئے استعمال کیا جائے۔ (ای۔ پ)

چین کے لئے تشویشناک صورتِ حال

پچھلے دنوں کی اطلاع ہے کہ جاپانیوں نے تین لاکھ فوج کے ساتھ فرانسیسی انڈوچین سے جو چین کے جنوب مشرق میں واقع ہے اور آج کل جاپانیوں کے قبضہ میں ہے چین کے جنوبی صوبہ کوئی چاؤ پر حملہ شروع کر دیا ہے۔ یہ حملہ اگر کامیاب ثابت ہوا تو اس سے اتحادیوں کے لئے مشرق بعید میں اور مخصوص طور پر چین کے لئے کتنی خطرناک صورت حال کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے اس کا اندازہ تین باتوں سے ہو سکتا ہے۔

(۱) ———— اولاً تو یہ کہ چین کا موجودہ دارالخلافہ چنگ کنگ اسی صوبہ میں واقع ہے۔ چنگ کنگ سے تقریباً سوا چار سو میل کے فاصلہ پر مشرق کی سمت چانگشا واقع ہے جو گذشتہ سال جاپانیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ اس سال جاپان نے شہر "لی چو" پر قبضہ کیا ہے "لی چو" بھی چنگ کنگ سے سوا چار سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ چنانچہ جاپانیوں کی اس فوجی پیش قدمی کا ایک مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ چنگ کنگ کو محاصرہ میں لینا چاہتے ہیں۔ اگر جاپانی اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہو گئے تو چینیوں کے لئے کتنے خطرناک مسائل پیدا ہو جائیں گے اس کا اندازہ خود ناظرین کر سکتے ہیں۔

(۲) ———— دوسرے جاپان کی اس پیش قدمی کا ایک اور مقصد معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ "کوئی چاؤ" سے آگے بڑھ کر یونان کے جنوبی حصہ پر قبضہ کر کے برما کی چینی فوجوں کو چین خاص سے علیحدہ کر دینا۔ فوجی اعتبار سے اس سے زیادہ تشویش انگیز صورت حال کا شاید تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے کہ چین کی فوجیں دو علیحدہ علیحدہ حصوں میں محصور ہو کر رہ جائیں۔

(۳) تیسری بات جو جاپان کے اس حملہ کو چین کے لئے اتنی تشویش انگیز بنا دیتی ہے یہ ہے کہ "کوئی چاؤ" صوبہ (جس پر جاپانیوں نے حملہ کیا ہے اور جس میں چنگ کنگ واقع ہے) مادی اور انسانی ذرائع کے لحاظ سے چین کے بچے کھچے صوبوں میں ایک اہم صوبہ ہے اور اس کا جاپانیوں کے ہاتھ میں چلا جانا چین کے جنگی وسائل پر ایک کاری ضرب ثابت ہوگا۔

چین کے پانچ حصوں (۱) منچوریا (۲) باہری منگولیا (۳) اندرونی منگولیا (۴) سن کیانگ، سنگ ہائی اور تبت کے صوبے (۵) اصل چین ہیں۔ منچوریا پر جاپان نے ۱۹۳۱ء میں ہی قبضہ کر لیا تھا۔ باہری منگولیا ایک آزاد سوویٹ ریاست ہے اور سیاسی اعتبار سے چین سے علیحدہ ہے۔ اندرونی منگولیا چینی کمیونسٹوں کے قبضہ میں ہے جو جاپان کی مقاومت میں سب سے آگے ہے۔ لیکن اصل چین سے جغرافیائی لحاظ سے الگ ہے۔ سن کیانگ، سنگ ہائی اور تبت کے صوبے جغرافیائی اعتبار سے اصل چین سے علیحدہ ہونے کے سبب غیر آباد، بنجر اور پہاڑی علاقے ہیں۔ باقی رہا

اصل چین تو اس کے تمام ساحلی علاقوں پر جاپان کا قبضہ ہو چکا ہے، اور چین کی موجودہ آزاد حکومت کے پاس در اصل صرف مندرجہ ذیل صوبے ہیں: کانسو، ننگ شا، کوئی چاؤ، یونان اور سی کیانگ۔ انہیں پانچ صوبوں کے بل پر چین آج جاپان جیسے طاقتور ملک کا بے مثال بہادری سے مقابلہ کر رہا ہے لیکن یہ تمام صوبے مخصوص طور پر کانسو اور سی کیانگ کے صوبے بنجر اور پہاڑی ہیں۔ بقیہ تین صوبوں میں کوئی چاؤ سیاسی اہمیت اور جنگی ذرائع کے اعتبار سے بہت اہم ہے اور آج اس بات کا خطرہ ہے کہ اگر جاپان کی یہ پیش قدمی ایک بڑے پیمانہ پر کامیاب رہی تو یہ صوبہ یا اس کا بڑا حصہ دشمن کے قبضہ میں چلا جائے گا۔

چین کی موجودہ کمزور اور تشویش انگیز حالت کے اسباب کیا ہیں؟ ان کو معلوم کرنا مشکل نہیں ہے۔ عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ اتحادی یورپ کی جنگ میں اس بری طرح مصروف ہیں کہ مشرق کی طرف خاطر خواہ توجہ کرنے کی انہیں فرصت ہی نہیں۔ مشرق بعید میں اتحادی پیش قدمی کی بے انتہا سست روی کی یہ تو محض ایک وجہ ہو سکتی ہے لیکن مخصوص اور اصل وجہ ہرگز نہیں۔ باوجود اس کے کہ خود چینی حکومت پچھلے مہینوں سے اپنی کمزوری اور فوجی امداد کے ناکافی ہونے پر زور دے رہی ہے اور انگلستان سے چینی سفیر ڈاکٹر ولنگٹن کو نے بھی اس طرف توجہ دلائی۔ انگلستان و امریکہ کے مشہور اور ذمہ دار مدبروں مثلاً ونڈل ولکی، لوئی فشر وغیرہ کے منظم احتجاجات پر بھی اور پھر اس پر طرہ یہ کہ چین کو فوجی امداد پہنچانے کی پرخلوص خواہشوں کے باوجود آخر کیوں اتحادی مشرق بعید میں جاپان کو فیصلہ کن شکست نہیں دے سکتے اور چین کو با اثر امداد نہیں پہنچا سکتے یہ سوال تمام غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لئے سخت حیران کن اور اہم ہے۔ پھر اسی سوال کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ آخر مصر اور نیوزی لینڈ کے دفاع میں اتحادیوں کو کیوں کامیابی ہوئی اور برما، ملایا میں کیوں انگریزوں کو متعدد ناکامیوں اور دقتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ یہ کہنا کہ یہ اتحادیوں کے ایشیائی یورپی تعصبات کا نتیجہ ہے اور اس نہایت سستی قسم کی صحافت نگاری ہے جس کی اساس سیاست کے نہایت سطحی سمجھ بوجھ پر قائم ہے۔ حیرت ہے کہ لوگوں کا دماغ اس حقیقت کی طرف کیوں نہیں منعطف ہوتا کہ ہندوستان کے تمام مادی اور جنگی وسائل کو پورے طور پر کام میں لائے بغیر نہ تو چین ہی کو با اثر جنگی امداد پہنچائی جا سکتی ہے اور نہ جاپان کو برما اور ملایا سے پیچھے دھکیلا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہندوستان میں ایک صحیح معنوں میں قومی حکومت کے قیام کے بغیر اس کے تمام مادی اور جنگی ذرائع و وسائل کا منظم ہونا اور استعمال میں آنا محال ہے۔ ... صرف چین

بلکہ پورے مشرق بعید کا سوال ایک سیاسی سوال ہے ... کے گذشتہ خطوط سے اور امریکہ و انگلستان کی رائے عامہ سے یہ بات اب بالکل واضح ہو گئی ہے کہ ہندوستان کا مسئلہ جتنے زیادہ دنوں تک حل نہیں ہوتا اتنا ہی مشرق بعید اور چین کے مسائل بھی الجھتے جائیں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ یورپ کی جنگ کے اختتام سے پہلے اگر چین نے دم توڑ دیا تو چین میں اتحادیوں کے لئے ایک انتہائی دقت آمیز صورت حال پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

(نئی زندگی)

ہندوستانی معاشی کانفرنس

سر اردشیر دلال کا خطبۂ افتتاحیہ

نئی دہلی ۳۰ دسمبر۔ آج صبح دہلی میں سر اردشیر دلال رکن منصوبہ بندی و ترقیات حکومت ہند نے ہندوستانی معاشی کانفرنس کا افتتاح کیا۔

سر اردشیر دلال نے اپنے خطبۂ افتتاحیہ میں کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ دنیا کی کشاکش اور پیکار معاشی اسباب کی بنا پر جاری ہے اور جب تک دنیا معاشی حیثیت سے سکون و قرار نہ پکڑے گی اس وقت تک ان بے چینیوں اور جنگ و خونریزیوں کا خاتمہ نہ ہوگا۔ ہندوستان میں جتنے نزاعات و عناد ہیں ان کا باعث متعدد فرقوں کی معاشی ترقیوں کا وسیع اختلاف ہے۔ اگر مسلمان اور دیگر فرقے جو معاشی حیثیت سے پیچھے ہیں اس میدان میں ترقی کریں تو ایک بڑی حد تک موجودہ کشمکش اور پریشانی سے نجات ملے گی اور ہندوستان کے تمام فرقے یکساں مل کر معاشرتی اور سیاسی ترقی کی شاہراہ پر چل سکیں گے۔

سر اردشیر نے کہا کہ جو لوگ بعد جنگ منصوبہ ... معاشی ترقی کی منصوبہ بندی کا کام کرتے ہیں انہیں دو باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ ایک تو یہ کہ سامان تجارت اور پیداوار میں اضافہ کیا جائے اور دوسرے یہ کہ ملک کی دولت مساوی طور پر سب میں تقسیم ہو۔

فی الوقت فی کس کے حساب سے دولت کی اس قدر قلت ہے کہ بعض لوگ بجا طور پر ہمارے مطالبات کو ایک مہذب قوم کے مطالبات سمجھنے میں تامل کریں۔

سر اردشیر نے اس کا اظہار کیا کہ ملک کی دولت کی توسیع کو محض آزاد معاشی عوامل پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ گذشتہ تجربہ سے ... یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ معاشی ترقیوں کی منصوبہ بندی ہونی چاہئے اور اس پر حکومت کی نگرانی ہونی چاہئے۔

اس سلسلہ میں سر اردشیر نے قومی منصوبہ بندی کی کمیٹی کے سرکاری و غیر سرکاری کام ...

(بقیہ صفحہ ... پر)

سپرو کمیٹی کو مسٹر جناح کا جواب

ڈاکٹر شیاما پرشاد کی ہرزہ سرائی

سر تیج بہادر سپرو نے فرقہ وارانہ مفاہمتی کوشش شروع کرنے سے پہلے گاندھی جی سے مشورہ کیا اور ان سے تعاون کا وعدہ لیا۔ لیکن مفاہمتی کمیٹی کے مقاصد کے اعلان سے پہلے انہوں نے مسٹر جناح سے اس قسم کا کوئی مشورہ نہیں کیا۔ اگر سر تیج بہادر سپرو کانگرس اور لیگ کے درمیان مفاہمت کرانا چاہتے ہیں تو ان کا برتاؤ دونوں جماعتوں کے لیڈروں کے ساتھ یکساں ہونا چاہئے تھا۔ اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو وہ مسٹر جناح کا تعاون کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ اتنی معمولی بات ہے کہ معمولی عقل و فہم کے آدمی کی سمجھ میں آ جانی چاہئے۔ لیکن ہمارے ملک کے حالات ایسے ہو گئے ہیں۔ اور معمولی معمولی باتیں سمجھنے میں بھی دشواری ہوتی ہے سر تیج بہادر سپرو نے مفاہمتی کمیٹی بنانے کے بعد جب مسٹر جناح کو خط لکھا تو انہوں نے اس کمیٹی کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیا جس نے پہلے سے ان کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن مسٹر جناح سر تیج سے ملاقات کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس صورت میں غیر جانبدار لوگ یہ تسلیم کریں گے کہ اس معاملے میں مسٹر جناح نے نہیں بلکہ سر تیج بہادر سپرو نے غلطی کی۔

لیکن ہمارے ملک کی حالت اتنی ابتر ہو چکی ہے کہ بعض لوگوں نے جن میں مخلص پیش پیش ہیں مسٹر جناح اور لیگ کے خلاف از سر نو پروپگنڈا شروع کر دیا۔ بنارس کے ہندی اخبار "آج" نے لکھا کہ مسٹر جناح بڑی محدود صلاحیتوں کے آدمی ہیں۔ پٹنہ کے ہندو اخبار "راشٹروانی" نے یہ خیال ظاہر کیا کہ "[illegible] فرقہ وارانہ مسئلے کا حل نہیں چاہتے ہیں۔ وہ ایک ڈکٹیٹر کی طرح چلتے ہیں [illegible] جو کچھ وہ خود کہتے ہیں لوگ اسے مان لیں" کانپور کے ہندی اخبار "پرتاپ" کی رائے یہ ہے کہ "مسٹر جناح نے اوچھا پن دکھایا ہے"

یہ تمام اخبارات ذمہ دار کانگرسی اخبارات ہیں۔ اگر وہ عوام کی تربیت اس طرح کرتے ہیں تو ملک کا خدا ہی حافظ ہوگا۔ گاندھی جی جناح ملاقات کی ناکامی پر گاندھی جی نے اچھے تعلقات قائم رکھنے کی ضرورت کی تھی۔ کیا اچھے تعلقات قائم رکھنے کا یہی طریقہ ہے؟

بعض مخلصوں کی غلط فہمی

۲۰ دسمبر کو بنارس میں ہندو مہاسبھا کا ۲۶واں اجلاس ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ ابھی اجلاس کے متعلق تمام اخباروں کی رائے تو نہیں معلوم ہو سکی لیکن ہمیں کچھ مخلص اخبارات نے جو تبصرہ کیا ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ [illegible] کی روشنی میں کانگرس لیگ سمجھوتے کے بجائے کانگرس مہاسبھا سمجھوتے کا راگ الاپ رہے ہیں۔

بمبئی کرانیکل اپنی ۲۰ دسمبر کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ شیاما پرشاد مکرجی کی زبان سنجیدہ اور باوقار ہے۔ اس سے مہاسبھا اور ملک دونوں کی بھلائی ہوگی اور وہ اپنے دور صدارت میں ان [illegible] کو دور کریں گے جو کانگرس اور مہاسبھا کی پالیسی میں حائل ہیں۔ گجراتی ہفتہ وار اخبار "پرادیپ" یہ امید کرتا ہے کہ شیاما پرشاد کے دور میں مہاسبھا کی فرقہ پرستی کم ہو جائے گی اور اس میں نیشنلزم ترقی کرے گی۔ گجراتی روزناموں بندے ماترم اور جنم بھومی نے بھی یہ امید ظاہر کی ہے کہ ڈاکٹر شیاما پرشاد ہندو مہاسبھا کو کانگرس کے نزدیک لے آئیں گے۔ اس کی وجہ ان اخباروں کے نزدیک یہ ہے کہ شیاما پرشاد ویر ساورکر سے بہتر تھا۔

لیکن شیاما پرشاد کا خطبہ صدارت پڑھ کر یہ معلوم کرنا مشکل نہیں ہے کہ ان کی حیثیت ایک کانگرس دشمن اور لیگ دشمن مہاسبھائی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کانگرس نے مسلمانوں کے رجعت پرست مطالبات کو پورا کرنے کے لئے ہندوؤں کے مفاد کو قربان کر دیا۔ ہندو مہاسبھا نے ہمیشہ یہی کہا ہے۔ مونجے اور ساورکر ہمیشہ یہی رٹ لگاتے رہے ہیں۔ معلوم نہیں ہمارے مخلص اخباروں کو اس جملے میں کون سی نئی بات نظر آ رہی ہے۔

اور سنیے شیاما پرشاد صاحب فرماتے ہیں کہ "مسلم لیگ اپنی طاقت سے پاکستان کبھی حاصل نہیں کر سکتی۔ اس کے لیڈروں کو اس کی بھی امید نہیں ہے۔ وہ ہندوستان کو تقسیم کرنے کے لئے برطانیہ کی امداد پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں"

اسی قسم کی زہریلی زبان کو بند کرنے کے لئے گاندھی جی برت رکھنا چاہتے تھے۔ مہاسبھائیوں کی طرف سے یہ کہا گیا تھا کہ "مسٹر جناح اور مسلم لیگ کا وقار کم ہو رہا ہے لیکن گاندھی جی نے [illegible] ہو کے [illegible] کر لیگ کو نئی زندگی عطا کر دی" تو گاندھی جی نے فرمایا تھا کہ "میں برابر یہ کہتا رہا ہوں کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی سب سے بڑی نمائندہ جماعت ہے۔"

(ہندوستان ٹائمس۔ ۲۹ دسمبر سنہ ۴۴ء)

یہ تمام بنیادی مسائل ہیں۔ ان پر کانگرس لیگ اتحاد اور ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ منحصر ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ ان مسائل پر ڈاکٹر شیاما پرشاد اور گاندھی جی کے درمیان کوئی اختلاف خیال ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ڈاکٹر مکرجی اور ساورکر یا مونجے کے درمیان ان مسائل پر کوئی اختلاف نہیں۔ پھر آخر مخلص اخبارات ڈاکٹر مکرجی کی کیوں تعریفوں کے پل [illegible]

تیار رہے ہیں۔ ان تینوں مہاسبھائی لیڈروں کا یہ خیال ہے کہ گاندھی جی نے حق خود اختیاری تسلیم کر کے [illegible] کی مخالفت کی۔ مسلم لیگ انگریزوں کی قائم کی ہوئی جماعت ہے اور ہندو مہاسبھا [illegible] کی ٹھیکیدار ہے۔ لیکن کانگرس نے کبھی مہاسبھا کی طرف توجہ نہیں کی اور ہمیشہ لیگ ہی سے سمجھوتا کرنے کی کوشش کی۔

جب کانگرسی اخبارات ان تمام حقائق کو بھول کر مسٹر جناح کی طرف سے منہ پھیر لیتے ہیں اور ڈاکٹر مکرجی کی طرف دوڑتے ہیں تو ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ایک ڈوبتا ہوا آدمی جسے ایک تنکے کا سہارا بھی نہ مل رہا ہو کسی [illegible] اس امید میں لپٹ جائے کہ وہ اس کی جان بچائے گا۔

ڈاکٹر ساورکر اور ڈاکٹر مکرجی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں۔ ساورکر وائسرائے کے گرد پیش گھومتے ہیں۔ اور مکرجی محب وطن کا روپ بھر کے سامنے آتے ہیں۔ لیکن حقیقت دونوں کی ایک ہی ہے۔ واقعہ یہ نہیں ہے کہ کانگرسی اخبارات اس حقیقت کو نہیں سمجھتے ہیں بلکہ اصلیت یہ ہے کہ وہ گاندھی جناح ملاقات کی ناکامی کے بعد سے اتنے مایوس ہو گئے ہیں کہ کانگرس لیگ اتحاد کے بجائے کانگرس مہاسبھا اتحاد کا خواب دیکھنے لگے ہیں۔ اگر اس خیال نے ترقی کی تو ملک کی تباہی کا باعث ہوگا اور سارے ہندوستان میں خانہ جنگی ہوگی اور ہماری غلامی کی میعاد اور زیادہ طویل ہو جائے گی۔

(قومی جنگ)

سکہ ہمیشہ بادشاہ وقت کے نام سے رائج ہوتا ہے

گذشتہ چند ہفتوں سے [illegible] صاحب کا مضمون "ملک کے نظم و نسق کے مسائل" کے عنوان کے تحت [illegible] جرائد میں ایک طویل سلسلہ مضامین کا شائع ہو رہا ہے۔ ان میں [illegible] صاحب نے جن مفروضات کو پیش کیا ہے ان کا جواب حکومت سرکار عالی کی جانب سے اگر مناسب خیال کیا جائے گا [illegible] لیکن اخبار [illegible] کی اشاعت مورخہ [illegible] میں جو مضمون شائع ہوا ہے اس میں ایک ایسا جملہ [illegible] ہے جس کی فوری تردید کی ضرورت ہے۔ [illegible] صاحب لکھتے ہیں کہ "دوسری اصطلاح میں خیال رہے کہ سکہ رائج الوقت باب حکومت اور اس کے اراکین کا ہوتا ہے نہ کہ بادشاہ ذی جاہ کا"

خواہ اس جملے کا استعمال اصطلاحی معنوں میں کیا گیا ہو [illegible] کی ہر دو صورتوں میں یہ سراسر غلط ہے۔ اگر اصطلاحی مفہوم لیا جائے تو اس کے غلط ہونے کے لئے [illegible] باب حکومت کا قیام خود حضرت قدر قدرت اعلیٰ کے فرمان [illegible] سے ہوا ہے اور باب حکومت کو جو اختیارات حاصل ہیں وہ خود بندگان عالی نے اس کو عطا فرمائے ہیں۔ اور اگر یہ جملہ [illegible] استعمال کیا گیا ہے تو اس وجہ سے [illegible] قابل قبول [illegible] اس کلمہ کی تحریک کا [illegible] کوئی امکان نہیں ہے اس لئے کہ سکہ ہمیشہ بادشاہ وقت کے نام سے [illegible] حکومت سرکار عالی [illegible]

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

پاکستان ...

کہا جاتا ہے کہ مجلس مہاسبھا کے سیاحتی یہ دوران میں ایک شخص نے حیدرآباد کی حکومت اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتے ہوئے کہا کہ حیدرآباد میں حکومت کی امداد سے جبراً ہندو کو مسلمان کیا جا رہا ہے اور اس طرح شہر کی آبادی میں کمی واقع ہو رہی ہے ......

..... ہمیں یقین واثق ہے کہ ہماری حکومت ہے کہ یہ تعداد میں اس قسم کے سفید جھوٹ پر یقین نہیں کریں گے۔ (میزان)

ڈاکٹر شیام پرشاد مکرجی کے خطبہ صدارت پر تبصرہ کرتے ہوئے سیاست تحریر کرتا ہے کہ:-

"ہمیں امید ہے کہ مہاسبھا ڈاکٹر شیام پرشاد مکرجی کی قیادت میں ان تمام ذمہ داریوں کو پوری طرح محسوس کرے گی جو اکثریت رکھنے والی قوم کے نمائندہ ادارہ کی حیثیت سے اس پر عائد ہوتی ہیں۔"

کیا یہ عجیب ہے کہ ایک قوم کے نظریہ کا پرچار کرتے کرتے ساری عمر گزری اور ہندو اکثریت اور اقلیت والی دو قوموں کے نظریہ کو تسلیم کر رہا ہے کیا تحریک کی ترجمانی سے بڑھ کر مہاسبھا کی حمایت کی جا رہی ہے

ع۔ صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

افغانستان کو مرکزی ہندوستان میں شریک کرنا چاہئے (مہاسبھا کی خواہش)

پانڈیچری کے متعلق کیا رائے ہے!

بلاد ان کے بڑا مدت (۱۳ لاکھ) جو منافع ہوا ہے اس کو حکومت سرکار عالی نے کاشتکاروں کی فلاح و بہبود کے کاموں کے لئے مختص کر دیا ہے۔ (ایک خبر)

مولوی مرزا منصور احمد خاں صاحب نے جو والیں بورڈ کمیرا ملاؤں کا منافع اس (۱۳ لاکھ) کی رقم میں شامل نہیں ہے کیونکہ خود مرزا صاحب کو کاشتکاروں کی بھلائی کا کافی خیال ہے۔ حکومت نے غریب مالکین کی امداد کے لئے محصول راہ داری ... لاکھ کا جو رقم مختص کی ہے اس میں بھی مرزا صاحب کا کوئی حصہ شریک نہیں ہے کیونکہ مرزا صاحب نے گزشتہ چند سالوں میں نہ تو کوئی نفع کمایا اور نہ محصول ادا کرنے کی نوبت آئی۔ لیکن مرزا صاحب کو مالکین کا بھی بہت خیال ہے چنانچہ انجمن انسداد قلت و گرانی اجناس کی روداد اس کا ثبوت ہیں۔

جنوری کے مہینہ میں شہر حیدرآباد کے غذائی مباحث کچھ سرد پڑ جائیں گے کیونکہ مرزا منصور احمد خاں صاحب نے اپنے سیاسی جھیلا کے لئے اورنگ آباد کو منتخب فرمایا ہے وہاں قیام امن کی سالانہ کانفرنس ہوگی، جنگی نمائش ہوگی اور نمائش مصنوعات ملکی بھی۔ اور یہ سارے انتظامات مرزا صاحب تنہا انجام دیں گے۔ عام طور پر لوگ مرزا صاحب کو صرف امیر انسداد نفع اندوزی و ذخیرہ بازی سمجھتے رہے لیکن مرزا صاحب امیر نشر و اشاعت و نمائش بھی ہیں۔

ڈیلی اکسپریس کا نامہ نگار مقیم نیویارک اطلاع دیتا ہے کہ:-

"درحقیقت منشور اوقیانوس موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہائٹ ہوز میں اس کا مسودہ موجود ہے جو ایک جنگی جہاز پر مسٹر چرچل اور پریسیڈنٹ روزویلٹ کے درمیان ہوا تھا۔ یہ مسودہ ایک پنسل کی تحریر دستاویز کی شکل میں چھپا ہوا ہے۔ اس منشور کی صرف ایک کاپی ہے جس پر مصنفین کے دستخط ہیں۔"

منشور اوقیانوس اب ان امور الغفلت مسائل میں شامل ہو گیا ہے جن کے متعلق غالب نے کہا تھا کہ

ہاں کیا دست فریب ہستی
ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے

مسٹر جناح نے اپنی ۲۱ جون کی اشاعت میں ریاستوں کے مسائل پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

"ہمیں ذرا بھی امید نہیں کہ اس تصفیہ میں سا کو کوئی کامیابی ہوگی۔ اس گمان کی بنیاد ایک ثبوت اور ناقابل انکار حقیقت ہے اور وہ یہ کہ کسی جمہوری تحریک کے مقابلہ میں ہمارے ملک کے رؤسا جمہوری طریقے اختیار کرنے کے قابل نہیں۔"

لارڈ ویول نے حکومت ہند کو صرف قومی حکومت کہا تھا لیکن قاضی صاحب کی نظر میں وہ ایک جمہوری قومیت بھی ہے۔ حیرت ہے کہ اس کے باوجود سال نو کے اعزازات کی فہرست میں قاضی صاحب کا نام نامی اور اسم گرامی نظر نہیں آیا۔

سر تیج بہادر سپرو کی مجلس مصالحت نے کام شروع کر دیا۔ (ایک اخباری سرخی)

ایک سیاسی نجومی کی پیشین گوئی ہے کہ سپرو کمیٹی جو دستوری خاکہ مرتب کرے گی وہ پروفیسر کوپ لینڈ کی اسکیم کا عکس ہوگا۔

ڈاکٹر محمود وارد اپلے (اخباری سرخی)

ع۔ دل پھر طواف کوئے ملامت کو جائے ہے

ریاستی عوام کو آزادی کے حصول کے لئے برطانوی ہند کے عوام کا ساتھ دینا چاہئے۔ (ڈاکٹر سید محمود)

ع۔ تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

یکم جنوری کے ٹائمز آف انڈیا میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ:-

"مفاقات بمبئی مثلاً ایک پورہ وغیرہ میں راشن بندی کی دو دکانوں میں ایک ہفتہ سے چاول نہیں ہے۔ اور تین ہفتوں سے شکر اور دو ہفتوں سے گیاس کا پتہ نہیں۔"

ہم اس خبر کو باور کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں کیونکہ ایسی بد انتظامی تو صرف ریاستوں ہی میں ہو سکتی ہے برطانوی ہند میں جہاں کا نظم و نسق فوق البشر ہستیوں کے ہاتھ میں ہے بھلا ایسا ہو سکتا ہے؟

جماعت اتحاد و ترقی ذمہ دارانہ حکومت کی تائید کرتی رہی ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ وہ اختیارات شاہی کو عوام پر منتقل کرنے کی حامی ہے۔ (مدید وقت)

اسی کو کہتے ہیں دروغ گو رہ بروئے تو۔

مابعد جنگ تنظیم کے اہم عناصر
مشیر معاشیات حکومت ہند کے خیالات

نئی دہلی ۳ر دسمبر - کل شب میں دہلی سے اپنی تقریر نشر کرتے ہوئے سر تھیوڈور گریگری مشیر معاشیات حکومت ہند نے ان تین نہایت ہی اہم عناصر کا خاکہ پیش کیا جو ان کے خیال میں جس کے گرد مابعد جنگ تنظیم کے نام چکر لگاتا ہے۔ یہ عناصر حسب ذیل ہیں:۔

(۱) موجودہ ذرائع سے استفادہ حاصل کرنا۔

(۲) مزید ذرائع کا پیدا کرنا۔

(۳) موجودہ اور جدید ذرائع سے جو پیداوار حاصل ہو اوس کی تقسیم۔

موصوف نے بیان کیا کہ ہندوستان میں جس ذریعہ کی کثرت ہے وہ انسانی قوت ہے۔ صرف دوران جنگ میں ملک نے اس ذریعہ سے کافی استفادہ حاصل کیا۔ لیکن روزگاری کے دوران جنگ کے حالات ایک زمانہ تک قائم نہیں رہ سکتے۔ اور ہندوستان کو روزگاری کے متعلق ذرائع معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ملک کی موجودہ صنعتی اور زرعی پیداوار کو بڑھانے کے لئے لائحہ عملوں کو مرتب کرنا چاہئے تاکہ اس پیداوار کو بڑھانے کے مرحلہ میں مزید کئی اشخاص کو مصروف رکھا جائے۔

زراعت اور صنعت کے مابین توازن کو قائم کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش کی جانی چاہئے۔ اس کی وجہ صرف یہ نہیں ہے کہ ہندوستان کی آبادی کی ایک بہت بڑی اکثریت کا پیشہ زراعت ہے۔ بلکہ اس کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ زراعت کی توسیع سے صنعتی پیداوار کے بازار حاصل ہو جائیں گے۔

صنعتوں کی توسیع کے سلسلہ میں بلحاظ پیداوار کسی صنعت کو بہت زیادہ غالب رہنے کی اجازت نہیں دی جانی چاہئے کیونکہ آیندہ نسل کے لئے موجودہ نسل پر ضرورت سے زیادہ قربانی عاید نہ کی جانی چاہئے۔ سماجی سروسوں اور معاشی ذرائع کی ترقی کے سلسلہ میں بھی توازن قایم رکھنے کی ضرورت ہے۔ (ا - پ)

چھوٹی رقوم کو جمع کرنے کی ترغیب
حکومت سرکار عالی کی قلیل پس اندازی کی اسکیم

حیدرآباد ۸ر بہمن - چھوٹی رقوم کو جمع کرنے کی ترغیب دینے اور ملک میں عام طور سے پس اندازی اور کفایت شعاری کی تحریک پھیلانے کے لئے حکومت سرکار عالی نے اسکیم قلیل پس اندازی منظور کی ہے۔ اس اسکیم کا منشا یہ ہے کہ آج کل جبکہ ہر طبقہ کی آمدنی عارضی طور پر بڑھ گئی ہے ان کو اپنی بڑھی ہوئی آمدنی میں سے اس وقت کچھ بچانے کے مواقع فراہم کئے جائیں۔ جبکہ جنگ کے بعد معاشی سرد بازاری کے اثرات کے تحت آمدنیاں کم ہو جائیں گی۔ اس اسکیم کی خاص خوبی یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے چھوٹی رقوم (مثلاً ۴ر ۸ر یا ۱۰ روپیہ) کو بچا کر سود مند طریقہ پر جمع کرایا جا سکتا ہے۔

اس اسکیم کا عملی انداز اس طرح سے کیا جائے گا کہ ٹپہ خانہ جات سرکار عالی سے کچھ عرصہ قبل جو قومی وثائق پس اندازی جاری کئے گئے تھے۔ پبلک کو جس خریدنے میں کماحقہ سہولتیں بہم پہونچائی جائے گی۔ تاکہ لوگ اپنا روپیہ نہایت منفعت بخش طریقہ پر حفاظت اور سہولت کے ساتھ ان وثائق میں لگا سکیں۔ یہ وثائق دس روپیہ - پچاس روپیہ - ایکسو روپیہ پانسو روپیہ اور ایک ہزار روپے کے جاری کئے گئے ہیں اور ان کی مدت جاریہ (۱۲) سال ختم ہونے کے بعد ان کی قیمت ڈیوڑھی ہو جاتی ہے۔ اس طرح سے ۱۶ء۴ فی صد منافع حاصل ہوتا ہے مزید سہولت یہ ہے کہ خریدنے سے تین سال بعد جب بھی چاہیں ان وثائق میں جمع کردہ رقم منافع کے ساتھ واپس لی جا سکتی ہے پس اندازی کی عادت کو مزید تقویت پہنچانے کی غرض سے مختلف قومی پس اندازی ٹکٹیں ۴ر ۸ر اور ایک روپیہ بھی جاری کئے جا رہے ہیں جن کو حسب سہولت خرید کر ایک کارڈ پر چسپاں کیا جا سکتا ہے اور جب اس کارڈ پر دس روپیہ کی قیمت کے ٹکٹ جمع ہو جائیں تو اس کی بجائے اسی قیمت کا وثیقہ ٹپہ خانہ سے حاصل کیا جا سکتا ہے

اسکیم قلیل پس اندازی کے تحت عوام کو اس امر کی بھی سہولت بہم پہونچائی جا رہی ہے کہ ان کو بار بار ٹپہ خانہ جانے کی زحمت نہ ہو چنانچہ حکومت کی جانب سے ایجنٹ مقرر کئے جا رہے ہیں جو عوام سے روپیہ حاصل کر کے اسے ٹپہ خانہ میں جمع کرا دیں گے اور اس کے عوض وثائق حاصل کر کے ان کے حوالہ کریں گے ایسی تمام رقوم جو ایجنٹوں کے حوالے کی جائیں ان کے عوض میں مقررہ کتابچہ رسائد سے رسید حاصل کی جانی چاہئے۔ ان ایجنٹوں کے پاس ایک اجازت نامہ ہوگا۔ جس کو ایجنٹ سے معائنہ کے لئے طلب کیا جا سکتا ہے جس کی بنا پر وہ کاروبار کرنے کے لئے مجاز گردانے جائیں گے۔ ایجنٹوں کی خدمات عوام کے لئے بلا معاوضہ ہوں گی اور جو لوگ باقاعدہ طور پر چھوٹی چھوٹی رقوم پس اندازی کرنا چاہیں وہ ایجنٹوں کی باضابطہ خدمات حاصل کر سکتے ہیں جو ان کی رقوم حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس مقررہ وقت پر حاضر ہوں گے۔

(اطلاعات)

ایران اور ہندوستان کے مابین ثقافتی تعلقات

حیدرآباد ۹ر بہمن - سابق وزیر اعظم ایران کی نواسی خانم فروغ بانو صاحبہ نے کل شام کے سات بجے لشکرگاہ حیدرآباد سے ایران اور ہندوستان کے مابین ثقافتی تعلقات پر ایک بلیغ تقریر کی۔ بانوئے محترمہ نے ہندوستان و ایران کے ثقافتی تعلقات کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔ ایران اور ہندوستان کے درمیان ثقافتی اور دوسری مناسبتیں ابتدا سے قرون وسطی کے آخر میں ترقی ہوتی گئی۔ مغل شہنشاہوں کے زمانہ میں ایران کا علم و ادب ہندوستان میں رائج ہو گیا اور فارسی سرکاری زبان بن گئی۔ لوگ نہ صرف فارسی پڑھتے اور لکھتے تھے بلکہ اس زبان میں شعر بھی کہتے تھے۔ ان کی فارسی استعداد بلند تھی۔ اس دور میں فارسی کو کافی فروغ حاصل ہوا جس کے آثار ہندوستان میں اب تک نمایاں ہیں چنانچہ ہندوستان کے مشہور شاعر ڈاکٹر اقبال نے اپنے بلند افکار کو فارسی زبان میں ظاہر فرمایا۔ آج ہندوستان کی کم و بیش تمام جامعات میں فارسی زبان سکھائی جاتی ہے۔ بالخصوص حیدرآباد میں فارسی زبان کو کافی مقبولیت حاصل ہے۔ اعلیٰ حضرت حضور نظام کو فارسی زبان سے کافی دلچسپی ہے جنانچہ اعلیٰ حضرت اس زبان میں شعر فرماتے ہیں۔ اکثر وزرائے سلطنت حیدرآباد بھی فارسی زبان سے واقف ہیں اور یہاں شعرائے فارسی بھی موجود ہیں ایران اور ہندوستان کے ثقافتی تعلقات کو بڑھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ہندوستان سے طلبہ کو جدید فارسی کی تحصیل کے لئے ایران بھیجنے اور ہندوستانی جامعات میں ایرانی طلبہ کی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک انجمن روابط فرہنگ ایران و ہند بھی تشکیل پا رہی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اردو و فارسی میں اصطلاحات و یکساں اصطلاحات سائنس وغیرہ کو داخل کیا جائے توقع ہے کہ ان تدابیر سے ایران اور ہندوستان کے دوستانہ تعلقات زیادہ مستحکم ہو جائیں گے۔ جن میں ان کے ثقافتی تعلقات کو بڑا دخل ہے۔

یادداشت خریدی حصص سنگارینی کالیریز

معاملت کا مالیاتی تجزیہ

(۴)

۳۱- حیدرآباد دکن کمپنی کے مقبوضہ سنگارینی کالیریز کمپنی لمیٹڈ کے حصص و کفالتی تمسکات خریدنے اور ممالک محروسہ میں کوئلہ اور دوسری معدنیات کی کھدائی سے متعلق تمام حقوق اور مراعات حاصل کرنے کے لئے حکومت سرکار عالی نے فروخت کنندہ کو ۳،۸۷،۰۲،۰۱۰ روپیہ کلدار ادا کئے ہیں۔ اس کے برعکس جیسا کہ گوشوارہ الف میں ظاہر کیا گیا ہے حاصل کردہ اثاثہ کی مجموعی قیمت ۲،۲۹،۶۲،۰۴۰ روپیہ ہے۔ اس قیمت کا تعین مارکٹ میں حصص کی موجودہ قیمت کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس معاملت سے ۱،۵۷،۳۹،۹۷۰ روپے کے خالص منافع کا اظہار ہوتا ہے۔ اس میں ۵۴ لاکھ روپے کلدار کی وہ رقم شامل نہیں ہے جو کمپنی کے تحت چھوٹ میں ان حقوق و مراعات کی قیمت قرار دی گئی ہے جو کمپنی نے حوالے کئے ہیں۔ اور بلا شبہ عمارات اور اراضی وغیرہ کی قیمت بھی شریک نہیں کی گئی ہے۔

۳۲- غیر مکمل واقعات میں اس معاملت کے متعلق مختصر اطلاع شائع ہونے کی وجہ سے ممکن ہے کہ بعض غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہوں۔ اس ضمن میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ فروخت کنندہ کمپنی یعنی حیدرآباد دکن کمپنی لمیٹڈ کے تین پاؤنڈ والے حصص کی قیمت کچھ عرصہ قبل ۲۰ شلنگ تک گر گئی تھی۔ لیکن یہ کمپنی معاملت کے بعد اپنے حصہ داروں کو تقریباً ۶۰ شلنگ فی حصہ دے سکے گی۔ حیدرآباد دکن کمپنی لمیٹڈ کی توقعات سنگارینی کالیریز کمپنی لمیٹڈ کی ترقیات سے وابستہ تھیں۔ چنانچہ حیدرآباد دکن کمپنی لمیٹڈ کالیریز کی ان حالات میں تبدیلیوں سے متاثر ہوئی جس نے ۱۹۳۲ء کی ابتدا تمام قابل حصول منافع (۱،۲،۰۱۹،۴۹ روپے) حصص پر منافع تقسیم کرنے کے بجائے ترقیات کے ایک اہم پروگرام کے لئے محفوظ کر رکھا تھا اور ۱۹۳۲ء میں بھی صرف ۴ فیصد منافع کا اعلان کیا اور باقی ماندہ رقم (۱۲-۰۳-۵،۲۲،۲۲ روپے) غالباً برطانوی ٹیکس محصول آمدنی کی بچت کے لئے رکھ لیا۔ ان واقعات کے ساتھ ہی اس وقت ہندوستان پر جاپانی حملے کا خطرہ بھی درپیش تھا۔ ان تمام اسباب کی وجہ سے ۱۹۴۲ء میں سنگارینی کالیریز کے حصص کی قیمت ۰-۱۲-۸ روپے ملنے لگی۔ حیدرآباد دکن کمپنی کے حصص پر اس کا بادی النظر اثر بالکل یہی تھا۔ برطانوی خزانہ کی طرح بہت بھاری تھی اور خیال کیا جاتا ہے کہ حیدرآباد دکن کمپنی کی حد تک یہ شرح ایک پاؤنڈ میں کم از کم دس شلنگ تھی۔ ان پچھلے سالوں میں اسکی وجہ یہ ہے کہ جب آمدنی کا انحصار بیرونی وسائل پر ہو تو کسی ادارے کے حصص بہت شدت سے متاثر ہوں گے۔ یہاں جو حالات دستیاب ہو سکیں ان کے مطابق حیدرآباد دکن کمپنی لمیٹڈ کے حصص کا نرخ برائے نام تھا اور ان حصص کی اتنی زیادہ منتقلی ہوئی تھی جس سے لندن کے مارکٹ میں کسی موثر نرخ کا اظہار ہوتا ہو۔

۳۳- دوسری طرف حیدرآباد دکن کمپنی کے اصلات اور واجبات پر نظر ڈالنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے حصص کے نرخ میں معقول سے بہت زیادہ اضافہ ہونے کا ہر ایک سبب موجود ہے۔ اس کے اصلات نہایت سیال حالت میں ہیں اور اس کے علاوہ ایک لاکھ پاؤنڈ اسٹرلنگ سے زیادہ کا محفوظ بھی موجود ہے۔ اس کے سیال اصلات اب ۱،۸۰،۲۵،۹۹۰ مالیت کے ہیں۔ اس کے برعکس سرمایہ حصص ۱،۰۰۰،۰۰۰ پاؤنڈ ہے جو تین تین پاؤنڈ کے کامل ادا شدہ ۳۳۳،۳۳۳ حصص پر مشتمل ہے اور اس طرح ۱،۳۹۶،۷۰ پاؤنڈ کی بچت ظاہر ہوتی ہے۔ چونکہ اصلات سیال حالت میں ہیں اس لئے انہیں جلد بیچنے میں کوئی نقصان نہ ہوگا اور ممکن ہے کہ یہ اب تک ہو چکا بھی ہوتا اگر اس کے اصلات اتنی آسانی سے فروخت ہونے کے قابل نہ ہوتے۔ چنانچہ اسی بنا پر کمپنی کے لئے یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ جب وہ مسدود ہو جائے گی تو حصہ داروں کو نہ صرف پورے تین پاؤنڈ ادا کرے بلکہ ۱۲-۰ پاؤنڈ فی حصہ کے حساب سے شرکتی منافع بھی دے۔ (ملاحظہ ہو گوشوارہ ب)

۳۴- حکومت سرکار عالی نے سنگارینی کالیریز کمپنی لمیٹڈ کے صرف حصص اور کفالتی تمسکات مقبوضہ حیدرآباد دکن کمپنی لمیٹڈ خریدے ہیں اور معاوضہ دے کر اس سے پٹے واپس حاصل کئے ہیں جن میں ساسٹی کا پٹہ بھی شامل ہے۔ حیدرآباد دکن کمپنی کے پاس ان کے علاوہ جو بھی اصلات تھے جن میں ۱۰۰،۰۰۰ پاؤنڈ کا سرمایہ محفوظ بھی شامل ہے جو اس شرکتی منافع کا حصہ ہے جو کمپنی اپنی مسدودی پر ادا کرے گی۔ حیدرآباد دکن کمپنی کے پاس جو ۰۰۰،۰۰ کفالتی تمسکات تھے وہ قیمت اصلیہ کے علاوہ جمع شدہ سود اور بیا معاوضہ منافع دیکر خریدے گئے ہیں چھ فیصد جیسے کثیر منافع کا معاوضہ کرنے میں حق بجانب ہے۔ حکومت سرکار عالی بھی ان کفالتی تمسکات پر بطور سود تقریباً اتنی ہی رقم حاصل کرے گی۔

۳۵- ساسٹی کی کان سے اب تقریباً ۱۹۲۰ پاؤنڈ کی رقم بطور حق مالکانہ قابل وصولی ہے۔ چونکہ پٹہ کے ۱۷ سال باقی ہیں اس لئے کمپنی کو معاوضہ کے طور پر ۳۰،۵۰۰ پاؤنڈ دینا مناسب خیال کیا گیا بالخصوص اس صورت میں جبکہ اس حوالگی میں صرف ساسٹی کا پٹہ ہی نہیں بلکہ ممالک محروسہ میں حیدرآباد دکن کمپنی کے کان کنی سے متعلق وہ تمام پٹے بھی شامل ہیں جن کی تفصیل ضمن اول میں بیان کی جا چکی ہے۔

۳۶- اب تک یہ نہ معلوم ہو سکا کہ حیدرآباد دکن کمپنی لمیٹڈ ہر حصہ کی بابت دراصل کیا رقم دے رہی ہے لیکن چونکہ عملہ اور عملے کو روزگار کے نقصان کا معاوضہ دینا ہوگا اور کمپنی کو تحلیل کرنے کے دوسرے مصارف بھی عاید ہوں گے اس لئے ہر حصہ کے لئے تقریباً ۶۰ شلنگ دیئے جائیں گے۔ لیکن جن حصہ داروں کی آمدنی پر سپر ٹیکس عاید ہوتا ہے انہیں حصص کے اس منافع پر سپر ٹیکس دینا پڑے گا جو ۳۰۰،۰۰۰ پاؤنڈ کے محفوظ سے تقسیم ہوگا۔ چونکہ حکومت سرکار عالی خود حیدرآباد دکن کمپنی لمیٹڈ میں بھی ۲۰۰،۰۰۰ حصص کی مالک ہے اس لئے اسے ان حصص کا معاوضہ اسی شرح سے ملے گا۔

۳۷- یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حیدرآباد دکن کمپنی لمیٹڈ کی مستقل سکونت برطانیہ میں ہونے کی وجہ سے اپنی آمدنی پر بھاری محاصل دینے پڑتے اور یہ آمدنی زیادہ تر اس کے مقبوضہ سنگارینی کالیریز کے حصص سے ہی ہوتی تھی۔ لیکن ان حصص کی ہندوستان میں منتقلی کے بعد سنگارینی کے حصص کے منافع پر اس قدر محصول عاید نہ ہوگا۔ حکومت نے جو دریافت کی اس سے یہ ظاہر ہوا کہ حیدرآباد دکن کمپنی کو سنگارینی کالیریز کمپنی وغیرہ کے حصص کی بابت ہندوستان سے جو منافع وصول ہوتا تھا اس میں سے اس کو فی پاؤنڈ دس شلنگ تک محصول دینا پڑتا تھا چنانچہ اس طرح اگرچہ ہندوستان میں تو حصہ داروں کو سنگارینی کالیریز کمپنی سے ۵ فی صد منافع ملتا تھا لیکن حیدرآباد دکن کمپنی کو دراصل اس کی نصف رقم ملتی تھی اور اس طرح یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ ہندوستان میں سنگارینی کالیریز کے حصص اور انگلستان میں حیدرآباد دکن کمپنی کے حصص کے نرخوں میں فرق کیوں تھا۔

۳۸- اس معاملت کا مالی اعتبار سے صحیح اندازہ کرنے کا معیار سنگارینی کالیریز کمپنی کے حصص کی قیمت ہے اور ان حصص کی قیمت کا احتساب کرتے وقت ان تمام امور کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

۱- کالیریز کمپنی کی مالی حالت
۲- گزشتہ سالوں میں کمپنی کا تقسیم کیا ہوا منافع
۳- کمپنی کے مواقع۔
۴- کمپنی کے معدنیات اور زمینوں کی قیمت اور ہندوستان میں حصص کا بازاری نرخ۔

۳۹- جملہ معاملات [illegible] یکم جنوری ۱۹۴۳ء

۱۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۴۲ء تک ۸ سال کی مدت کے لئے کمائی
... پر سود وضع کرنے کے بعد سنگارینی کالیریز کمپنی کا منافع
... ۳۲،۰۰،۳۰۰ روپے سالانہ ہوا جو اس کے ادا شدہ
سرمایہ یعنی ۳۵۰۰۰۰۰ کا ۹۔۱ فیصد ہوتا ہے دوران
سال چھ فیصد منافع دینے کے بعد ۳۱ دسمبر ۱۹۴۲ء کو غیر تقسیم
کردہ منافع ۲۰۰۰،۳۵۰،۳۰ روپے تھا محفوظات کی مقدار
... روپے تھی جن میں سے ۹۰ لاکھ محفوظ برائے
فرسودگی کے تھے اور بقیہ ۵ء ۹ لاکھ عام اور اتفاقی مدات
کے محفوظ تھے سرکاری کفالت ناموں میں صرف کردہ رقم
کی مقدار ۳۳۰۰۰۹۱ روپے تھی۔ ۴۰۔ پلانٹ مشینوں اور
عمارتوں وغیرہ کی لاگت کا اندازہ ۱۳۰،۰۰،۱۲ روپے کیا
گیا ہے جس کے مقابلہ میں ۵ء ۹۰ لاکھ کا محفوظ برائے
فرسودگی ہے۔ بازار میں ان کی موجودہ قیمت کتابی
قیمت سے بہت زیادہ ہوگی۔

۴۱۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پلانٹ (مشینوں)
اور عمارتوں وغیرہ کی تقریباً ۷۰ فیصد قیمت حسابات سے
خارج کر کے بطور محفوظ رکھی گئی ہے اور دوسرے محفوظات
یعنی ۵ء ۹ لاکھ کے عام اور اتفاقی مدات اور ۵ء ۴۳ لاکھ غیر
تقسیم کردہ منافع یعنی کل ۵ء ۴۸ لاکھ روپے اس کے علاوہ
ہیں۔ (ملاحظہ ہو گوشوارہ ج)

۴۲۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے سنگارینی کالیریز کو
جس رقبہ کا پٹہ حاصل ہے اس میں تقریباً ۱۰۰ ملین ٹن
کوئلہ دستیاب ہو سکتا ہے۔ جب سے پٹہ عطا کیا گیا ہے
اس وقت سے اب تک صرف ۳۴ ملین ٹن کوئلہ نکالا گیا
ہے اور ۶۶ ملین ٹن کوئلہ باقی ہے۔ چنانچہ اس کمپنی کے
لئے اس کا یقینی موقع ہے کہ وہ اب تک جتنی مدت کام
کرتی رہی ہے اس کی تقریباً تین گنی مدت تک حسب سابق
منافع حاصل کرتی رہے۔ چنانچہ حکومت نے اس کمپنی پر
اقتدار حاصل کرنے کو نئی صدی کے کام کو ملک کی صنعتی ضروریات
کے مطابق مزید ترقی دینے کا حق حاصل کر لیا ہے اور اس کو
ملک کی ضروریات کے مطابق اپنے معدنی وسائل سے بہتر
طریقہ پر کام لینے مرتب کی گیا ہے۔

۴۳۔ آخر میں حکومت سرکار عالی کمپنی سے ملکے کو یہ
یقین دلانا چاہتی ہے کہ وہ اس پالیسی کو جلنے کا ارادہ
نہیں رکھتی جس پر اب تک کمپنی کاربند رہی ہے اور کمپنی کے
ملازمین کو جو اس کی ملک ہونے کی بناء پر ہوا انہیں ان کے حقوق
ملازمت کے برقرار رہنے کا بھی یقین دلاتی ہے۔

۴۴۔ جناب صدر المہام بہادر مالیات نے جو کہ ان
تجاویز کے محرک ہیں یہ خواہش کی ہے کہ مولوی لائق علی صاحب
اور نواب میر نواز جنگ بہادر کی خدمات کا مناسب اعتراف
کیا جائے جنہوں نے اس معاملت سے متعلق طول گفت و
شنید کے دوران میں صدر المہام بہادر مالیات اور حکومت
کی بڑی مدد کی ہے۔

۴۵۔ حکومت لائق علی صاحب کی ممنون ہے کہ
انہوں اس گفت و شنید کے تمام مراحل میں اپنے بیش بہا
مشوروں سے اس کی امداد فرمائی اور نواب میر نواز جنگ بہادر

معتمد مالیات کی بھی ممنون ہے جنہوں نے تمام امور کی
انجام دہی میں بہت قابلیت کے ساتھ امداد دی۔

۴۶۔ حکومت کو یہ اطمینان ہے کہ بدوران جنگ
اور بعد جنگ زمانہ میں اپنے معدنی وسائل سے اچھی طرح
کام لینے اور ملک کو صنعتی ترقی دینے کے لئے یہ ضروری تھا
کہ حکومت یہ معاملت کرے۔ حیدرآباد دکن کمپنی کے حصہ دار
بھی بطور پرائیویٹ آپ کو اس رقم کے لئے مبارکباد دے
سکتے ہیں جو کمپنی کی تکمیل پر انہیں حاصل ہو سکے گی۔ حکومت
حیدرآباد نے جو معاملت کی ہے وہ مالی، انتظامی اور معاشی
ہر اعتبار سے نہایت مفید اور اطمینان بخش ہے۔

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۱) کا

ہندوستانی معاشی کانفرنس

بقیہ سلسلہ صفحہ (۳)

مصنفین کے کام کی ستائش کی جنہوں نے اقتصادیات
ہند کی ترقیوں کے لائحہ عمل کا خاکہ مرتب کیا۔

سر اردشیر دلال نے تسلیم کیا کہ حکومت ہند
کو بعض مجبوریوں سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے وہ ملک کی
معاشی زندگی کو اسی تعین و باقاعدگی کے ساتھ منضبط
نہیں کر سکی جیسے کہ روس نے ایسے اچھے نتائج کے ساتھ کیا
ہے۔ ہندوستانی صوبہ جات خود مختار ہیں اور صنعتی ترقی
کا موضوع ان کے دائرہ خود مختاری میں آ گیا۔

مگر صوبہ جات کی ان کے اپنے اپنے منصوبوں
میں مرکزی حکومت مدد کر سکتی ہے اور کر رہی ہے اور
سارے ملک کے لئے ایک مکمل عادی منصوبہ بھی مرتب
کر رہی ہے۔ اس طرح سے شہنشاہی مجلس تحقیقات زراعت
نے ایک ہزار کروڑ کا منصوبہ مرتب کر لیا ہے۔ تاکہ پندرہ
سال میں زرعی پیداوار دگنی کر دی جائے اور مرکزی حکومت
نے اپنا مقصود قرار دیا ہے کہ دس سال کے اندر اندر
چار لاکھ میل کی سڑکیں تعمیر کی جائیں۔ تعلیمات کے لئے
سارجنٹ اسکیم کا مقصد یہ ہے کہ چالیس سال کے اندر
اندر ۶ اور ۱۴ سال کے درمیانی عمر والے تمام لڑکوں اور
لڑکیوں کے لئے تعلیم مفت اور لازمی ہو جائے۔

سر اردشیر نے پیشہ ور ماہرین معاشیات سے
تعاون عمل کی اپیل کی اور کہا کہ موصوف نے تجویز کی ہے
کہ ان کو مشورہ دینے کے لئے حکومت ہند کی قائم کردہ
مجلس مشاورت کے ماسوا غیر سرکاری ماہرین معاشیات
کی ایک چھوٹی سی ذیلی مجلس بھی قائم کی جائے۔

یہ بھی تجویز کی گئی ہے کہ دہلی میں معاشی
تحقیقات کا ایک قومی ادارہ قائم کیا جائے جسے
حکومت کی امداد حاصل ہو مگر وہ خود ایک خود مختار ادارے
کی حیثیت سے کام کرے۔

قانون حیدرآباد اسٹیٹ بینک

بابت ۱۳۵۰ف کے ضمیمہ دوم (حصہ الف) کے
تحت سرکار عالی و حیدرآباد اسٹیٹ بینک کے مابین جو
معاہدہ ۶ اردی بہشت ۱۳۵۱ف کو عمل میں آیا تھا اس کی شرائط
کی رو سے حیدرآباد اسٹیٹ بینک کو کاروبار خزانہ و کرنسی
جنس اضلاع کی انجام دہی کا بھی مجاز کیا گیا ہے۔ تعلقہ
یادگیر (ضلع گلبرگہ شریف) میں چونکہ ٹریژری کے آفس
حیدرآباد اسٹیٹ بینک کا قیام زیر نگرانی منیجر اسٹیٹ بینک
شاخ گلبرگہ شریف بتاریخ ۳ اسفندار ۱۳۵۲ف عمل میں
آیا ہے اس لئے بحیثیت کارندہ سرکار عالی حسب ذیل
سرکاری کاروبار ٹریژری کا بھی آفس مذکور کے تفویض
کئے گئے ہیں۔ (۱) رقوم کا تبادلہ ارسال اور دیگر بینکنگ
کاروبار (۲) سرکار عالی کے کارندہ کی حیثیت سے سرکار عالی
کی کرنسی کا انتظام (۳) سرکار عالی کی جانب سے معین کردہ
اقل و انتہائی شرح کے بموجب سکہ کلدار و حالی کی خرید و
فروخت۔

ان ابتدائے ۳ اسفندار ۱۳۵۲ف مطابق ۱۵ ماہ
جنوری ۱۹۴۳ء ریزرو دفتر خزانہ تعلقہ یادگیر کو انتظام
ٹریژری ہے۔ آفس حیدرآباد اسٹیٹ بینک موقوعہ
یادگیر کے ذریعہ انجام پائیگا نیز تاریخ مذکور سے خزانہ تحصیل
مذکور کی حد تک وہی اوقات کار اور تعطیلات مقرر ہوں گے
جو اس وقت حیدرآباد اسٹیٹ بینک میں رائج ہیں۔

عوام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ خزانہ مذکور کے
موجودہ طریق کار میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی البتہ مذکورہ بالا
تبدیلی کے مد نظر تاریخ متعلق ۳ اسفندار ۱۳۵۲ف سے
خزانہ سرکار سے متعلق جملہ کاروبار کے ضمن میں تحصیلدار
صاحب خزانہ تحصیل یادگیر کے نام سے مراسلت کرنے
کے بجائے کلرک انچارج ٹریژری کے آفس اسٹیٹ
بینک موقوعہ یادگیر کے نام سے خط و کتابت کریں۔

(محکمہ اطلاعات)

"چھلکے یا مغز"

از

رفیعہ سلطانہ بی۔ اے (عثمانیہ)

اس دن سلطانہ نے دعوت کی تھی۔ یوں ہی کوئی خاص واقعہ اس کے اِن خیر پذیر نہ ہوا تھا۔ نہ تو اس کے تعلیمی۔ پھوپھی جیسے تھیرے بھائی یا بہن کی شادی تھی نہ کسی نے ہندوستان کے جو کروں ننگوں میں اضافہ کیا تھا اور نہ کسی اعلیٰ کے واقعی اس کا پردہ ڈے تھا۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ڈے پر لوگ خوشی کیوں مناتے ہیں۔ کیا اس لئے کہ ان کی عمر کا ایک سال کم ہو جاتا ہے۔ حضرت [illegible] کی طرح میرا جی تو اس دن ماتم کرنے کو چاہتا ہے کیونکہ یہ مجھے زندگی سے دور اور موت سے قریب کر دیتا ہے لیکن بعض زندگی کو ایک بارگراں سمجھتے ہیں اور جنازے کو بوجھ سے جلد رخصت ہونا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے سالگرہ کی مسرت میں بھی یہی راز پنہاں ہو۔ مختصر یہ کہ اس کے ہاں دعوت تھی۔

ہاں یاد آیا ― اس نے اپنے رقعے میں لفظ "ارباب ذوق" استعمال کیا تھا۔ اس کا کیا مطلب تھا یہ سمجھ نہ سکی۔ ادب ذوق کی بہت سی قسمیں ہو سکتی ہیں۔ یہ کا تو کچھ اچھی شراب پینے والے بھی تو ایک قسم کا ذوق رکھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ لوگ ہوں۔ میں نے سوچا۔ لیکن نوبہ ― میرا دماغ بھی کیسی الٹی باتیں سوچا کرتا ہے۔ بھلا سلطانہ کی ایک مہذب تعلیم یافتہ لڑکی کی یہ دعوت۔ ایک سنجیدہ سمجھی سے کیسے میں یہ نتیجہ نکال سکتی تھی۔ ارباب ذوق سے اس کی مراد علم و ادب کا مذاق رکھنے والوں سے ہو گی ― کیا معنی ہے تھی ― تو صاحب اس دن دعوت میں بڑی بڑی باکمال ہستیاں تھیں۔ پروفیسرز، ادیب، شاعر، سائنس داں، سیاست داں، فلسفی، سب ہی تھے۔

بس سمجھ لیجئے۔ گریجوایٹ سے کم کوئی تھا ہی نہیں۔ اف گریجوایٹ کتنا بڑا لفظ ہے۔ ادا کرتے وقت کیا منہ "بھر" جاتا ہے۔ اور کیسی لذت سی محسوس کرتے ہیں۔ سننے والوں پر کتنا رعب طاری ہو جاتا ہے۔ میں بھی کچھ دن پہلے اس عجیب و غریب لفظ سے بڑی مرعوب ہوتی تھی۔ علم و فن کے کتنے گراں بہا گنجینے اس لفظ میں پوشیدہ تھے۔ میں گریجوایٹ ہو گئے تو سمجھئے علم و فن کے دروازے کی کنجی مل گئی۔ لیکن جب سے ساف کیجئے راز کی بات ہے یہ میں نے ڈگری حاصل کر لی ہے۔ کامیاب ہو گئی ہوں۔ اس کی وقعت میری نظر میں ایک گھٹ ہی گئی ہے۔ کتابوں کے [illegible] ہی تو بار مجھے پڑتے ہیں اس میں بس پورے (fill in) [illegible]

یاد کر لیجئے کامیابی کی کنجی ہو گئی۔ جتنی زیادہ تفصیل سے [illegible] یاد ہوں گے اتنی زیادہ شاندار کامیابی ہو گی۔ اس راہ پر قدم رکھنے سے پہلے تک یہ بہت آتی تھی۔ کیونکہ میرے بچپن میں کسی نے کہا تھا۔ بی۔ اے میں بڑی دماغ کی ضرورت ہوتی ہے جیسی کہ "بس کمبخت یہی لفظ "بڑی دماغ" میرے دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ اس نقطۂ نظر سے میں زیادہ سے زیادہ کتابیں پڑھتی۔ ایک دن مجھے ان کتابوں کو پڑھتے دیکھ کر جو بھائی کہنے لگے امتحان کی بھی کچھ فکر ہے یا نہیں۔ میں نے کہا جی کیوں نہیں جب ہی تو مطالعہ وسیع کر رہی ہوں۔ تاکہ قابلیت بڑھے۔ قابلیت دیکھی جاتی ہے نا امتحان میں۔ یہ سن کر ہنس پڑے اتنا ہنسے کہ آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ پھر کہا کورس کی کتابیں پڑھو اور رٹو۔ ان سب کو جیسے سطر سطر زبانی یاد ہو جانی چاہئیں۔ میں سمجھی مجھے ابھی تھرڈ کلاس کامیابی کی تمنا نہیں۔ اس پر وہ اور زور سے ہنسنے لگے۔ تب بھی تو کہہ رہا ہوں میں تو کتابیں چاٹ جاؤ گی تو فرسٹ کیا آئے گا؟ معلوم نہیں۔ پھر انھوں نے اپنا تجربہ بیان کیا کہ کس طرح وہ پورا سال گراؤنڈ کھیلتے رہے اور پھر عین وقت پر کتابوں کے علاوہ بیٹی ([illegible]) رٹ کر انھوں نے امتحان کامیاب کیا ― مجھے کچھ حیران ہوئی پھر حرکت لطیف و فرسے بھی اس کی تصدیق کی ― لیکن وہاں ارباب ذوق کا اجتماع تھا۔ میں ہچکچائی پھر سوچا کہ میری ہی حیثیت معمولی نہیں ― آخر دیر سویر بایا جلد میں ام۔ اے ہونے والی ہوں۔ محفل بڑی پر لطف تھی۔ سلطانہ نے تعارف کرایا۔ یہ مسٹر احمد ہیں لندن کے ام۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی، یہ مسٹر ساجد ہیں ماہر سیاسیات جنھوں نے میکاڈلی کے نظریوں کی تردید کی ہے۔ یہ مولانا اسلم ہیں جنھوں نے شاعری کے اصول و قوانین مرتب کئے نیز ادب کے زبردست نقاد ہیں۔ یہ کامریڈ صولت ہیں آپ نے جیسا کارل مارکس کے اصولوں کو برتا ہے بہت کم دماغ اس کی تہہ تک پہنچے ہیں۔ غرض کیا بتاؤں کیا حالت ہوئی بیک وقت خوشی بھی ہوئی اور ہچکچاہٹ بھی کیونکہ ان عظیم ہستیوں کے درمیان میں پہنچ رہی اور پہنچ میری نظر آ رہی تھی۔ سلطانہ کی مجھ سے بے تکلفی نے اس احساس کو مٹا دیا۔ سلطانہ نے مجھے ان حضرات کے ساتھ ہی کیا بٹھا دیا۔ بیٹھ گئی پر تکلف

چنی ہوئی تھی۔ اس راجب کے زمانے میں بھی اس نے بڑا اچھا انتظام کیا تھا۔ ہاں یاد آیا وہاں ایک صاحب اور بھی تھے شگفتہ چہرہ، چمک دار آنکھیں۔ سلطانہ نے تعارف کراتے وقت ان کی ڈگری نہیں بتائی تھی۔ ان کے چہرے سے بھی عالمانہ تجربے کے آثار نظر نہ آتے تھے۔ نہ تو رخسار پچکے ہوئے تھے۔ اور نہ سر کے بال غائب تھے۔ میرے دل میں ان کی عظمت پیدا نہیں ہوئی "پیر ہو" سنگ رہے تھے۔ میں سوچی بھونگے کوئی احمق۔ دعوت کے شوقین۔ سلسلہ گفتگو شروع ہوا۔ ڈاکٹر احمد ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی نے کہا۔ "مس سلطانہ یہ چائے آپ نے کس باورچی سے تیار کرائی ہندوستانی تلخ کی تو معلوم ہوتی۔ ورنہ جب جرمنی میں تھا وہاں کا کک بھی بالکل ایسی ہی پڈنگ تیار کرتا تھا۔ پروفیسر ساجد جو سیاسیات کے ماہر تھے کہنے لگے۔ بات دراصل یہ ہے میں میٹھا بہت شوق سے کھایا کرتا ہوں۔ کیا بتاؤں ہندوستانی میٹھے تو میری جان ہیں۔ صاحب ہاں ― میں جب انگلینڈ میں تھا تو ایک ہندوستانی خاتون مجھے بنا دیتیں۔ بڑی خلیق تھیں بیچاری پتہ نہیں اب کہاں ہیں۔

غرض ڈاکٹر احمد جب باتیں کرتے "جب میں جرمنی میں تھا" ولایت کا بند ذکر ضرور شامل رہتا اور وہ باتیں بھی ایسی ہلکی کر رہے تھے۔ ساجد اپنی ہوا ہیں دوستوں کا حال زری شد و مد سے کہتے۔

مجھے حیرت ہوئی کہ خداوند یہ کس قسم کے عالم فاضل ہیں جن کا سلسلہ گفتگو ان علمی چیزوں سے بڑھتا ہی نہیں۔ عالموں سے مٹھیوں اور پڈنگوں پر رائے زنی چاہتے ہیں۔ آ! نیا سی مسائل پر تبادلہ خیال۔ پھر شوکت صاحب نے کسی ہندوستانی نظم کا تذکرہ کیا اس پر مسٹر داس گپتا جو فلسفہ کے ماہر تھے۔ اپنی رائے کا اظہار کرنے لگے۔ ان کی نظر میں ہندوستانی نظم نہایت مجہول ہوتے ہیں۔ انھوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اس میں کن چیزوں کا فقدان ہے اس پر میں نے ان دونوں صاحبوں کے گفتگو سے سوال کیا۔ "فلسفہ کے جدید ترین خیال کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔" داس گپتا نے کسی قدر ہچکچا کر جواب دیا ایسے ہی بہت اچھے اس پر دیر بعد میں معلوم ہوا ان کا نام [illegible] تھا۔ انھوں نے کہا "جی ہاں میں بھی جانتا ہوں ان پر بحث کرنا ― جو نظریوں میں کس کس سے کیا ان کا ایک اختلاف ہے۔ مختلف فریقاں کے تخلیل نفس کو آپ کس حد تک درست سمجھتے ہیں۔ یونگ

اسے آپ جیسا ایک محقق ہی اچھی طرح ادلر کی البتہ نے آپ کو کس حد تک متاثر کیا ― اس پر گپتا کہنے لگے مسٹر ہو دیہ بات یہ ہے کہ میں اور فلسفہ کی دلچسپی کی ہے۔ ادلر کے متعلق میں کچھ زیادہ وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔

مجھے دیکھا سا تھا یہ شخص فلسفہ کی ڈگری یافتہ ہے اور اس کے جیسے علم کا یہ حال ہے۔ میں سوچتی شاید یہ دیر کے باعث کچھ سے مل لی ہے وہ یہاں قابلیت کا رعب

...جائے مبرزہ ہاہے۔ لیکن میری حیرت کی انتہا نہیں رہی جب اس نے اسی طرح کا دوسرا سوال سیاست سے متعلق ڈاکٹر ...سے کیا اور اس کے ساتھ پروفیسر ساجد بھی شامل ہو گئے۔ ...اور پروفیسر کے لکھنے سے ان سے سیاسی ڈائل پر بحث کرنے ...گا۔ ہم لوگ سلیبس سے آرٹ سے متعلق گفتگو کرنے لگے۔ پروفیسر صاحب جان بھی نہ ہو سکے۔ مسز روما سرکار جو رقص میں بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکی ہیں اور یہیں بیٹھی ہوئی تھیں پروفیسر سے کہا آپ میرے ساتھ رتیا ڈانس کریں گی" اور جو آپ کو ڈانس بھی آتا ہے۔" میرے منہ سے بے اختیار نکل ہی گیا۔ "پی ایچ ڈی" پڑھ لکھ کر امتحان تو دے لیا ہے نہیں۔ ایسے ہی بے کار مشاغل اخبار بینی وغیرہ میں اپنا وقت صرف کیا کرتا ہوں۔" پروفیسر نے مسکرا کر کہا۔ میں سوچنے لگی۔ علمیت ان کا فن کے پرندوں میں ابھر کی رہتی ہے یا انسان کے دماغ میں۔ "یہ فن و تحسین کے بندے" کام کرتا ہی ان کے دماغوں کو سرٹیفکٹوں سے زنگ آلود کر دیتا ہے۔ ایک ہی رنگ ان پر چڑھ جاتا ہے۔ اس اثنا میں ہم نے دیکھا تو ضرورت کھانا ختم ہو چکا تھا۔ ...یوں کی بھی نوبت آ گئی تھی۔ اور میز کے ہر طرف چھلکے ہی چھلکے پڑے تھے۔

یادداشت خریدی حصص سنگارینی کالیریز

بقیہ سلسلہ صفحہ (۹)

مسرس ڈبلیو سی۔ واٹسن اور جے۔ اسٹیورٹ کو مملکت آصفیہ میں کان کنی کے حقوق کا ۹۹ سال کے لئے اجارہ دیا گیا ہے۔ مراعات حاصل کنندوں نے ۱۸۸۶ء میں حیدرآباد دکن کمپنی نامی ایک کمپنی قائم کی۔ اس کے بعد سے ممالک محروسہ میں کان کنی کا اکثر کام اسی کمپنی یا اس کی کمپنیوں کے ہاتھ میں رہا ہے جنہیں اس نے اپنے حقوق منتقل کر دئے۔

۱۹۲۰ء میں سنگارینی کالیریز کمپنی لمیٹڈ قائم کی گئی اور مملکت حیدرآباد کے قوانین کے تحت اس کی رجسٹری ہوئی۔ اس کمپنی کے ۹۰½ فیصد حصص حیدرآباد دکن کمپنی کے پاس تھے۔ سنگارینی کالیریز کمپنی نے حیدرآباد دکن کمپنی سے سنگارینی کی کوئلہ کی کان کا پٹہ اور کوتھا گوڈیم کی کوئلہ کی کان سے متعلق حقوق حاصل کئے۔ سنگارینی کالیریز کمپنی نے بعد میں حیدرآباد دکن کمپنی سے اس کے مقبوضہ کوئلہ کی کان والے دوسرے تمام علاقے بھی حاصل کر لئے۔

پٹہ پر دئے ہوئے علاقوں میں کان کنی کے تمام حقوق سنگارینی کالیریز کمپنی کو حاصل تھے اور حکومت ملک کی بڑھتی ہوئی صنعتی ضروریات کے مطابق ان علاقوں میں کان کنی کو ترقی دینے کی بابت اطمینان نہیں کر سکتی تھی۔ جنگ کے پیدا کردہ حالات کی وجہ سے مزدوروں کو دوسری صنعتوں میں زیادہ اجرت ملنے لگی جس کی وجہ سے کانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی تعداد کم ہو گئی اور اس طرح برآمد کردہ کوئلہ کی مقدار میں بھی کمی ہو گئی۔ حکومت نے اب جنگ ختم ہونے پر تجارت کی تجاویز کے پیش نظر عموماً اور جنگی مساعی کے پیش نظر خصوصاً برآمد کردہ کوئلہ کی مقدار کو برقرار رکھنے اور اس میں اضافہ کرنے کے لئے سنگارینی کالیریز کمپنی پر نگرانی کا اقتدار کرنا لازمی تصور کیا۔ اور یہ بھی ضروری خیال کیا گیا کہ حیدرآباد دکن کمپنی کو ممالک محروسہ میں کوئلہ، سونا، ہیرا اور دوسری معدنیات کی کھدائی کرنے کے لئے جو حقوق اور مراعات حاصل ہیں انہیں مناسب معاوضہ دے کر حوالہ اور منتقل کرا لینے کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ اس ضمن میں مستند تجارتی اداروں اور ہندوستان کے مشہور ماہروں کے ذریعہ بہت احتیاط سے چھان بین کی گئی اور یہ یقینی طور پر معلوم کر لیا گیا کہ حیدرآباد دکن کمپنی لمیٹڈ کو اگر معقول قیمت پیش کی جائے تو وہ سنگارینی کالیریز کمپنی لمیٹڈ کے معمولی حصص اور معروف سرمایہ کی دستاویزات کی شکل میں اپنا کل اثاثہ فروخت کرنے پر آمادہ ہے۔ جن مالیاتی اداروں سے اس ضمن میں مشورہ طلب کیا گیا انہوں نے گزشتہ چند سال کے دوران میں کمپنی کی مالی حالت کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ مشورہ دیا کہ اگر حکومت سرکار عالی حصص خریدنے کا فیصلہ کرے تو حیدرآباد دکن کمپنی لمیٹڈ کو پہلے ۱۲ یا ۱۰ روپے فی حصہ پیش کئے جائیں اور اگر ضرورت ہو تو یہ پیش کش ۲۰ روپے فی حصہ تک بڑھا دی جائے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت بندگانعالی کی منظوری سے سنگارینی کالیریز کمپنی میں حیدرآباد دکن کی املاک خریدنے سے متعلق گفت و شنید شروع ہوئی جن میں دکن کمپنی کی اس املاک میں سنگارینی کالیریز کمپنی کے ۹۰½ فیصد حصص شامل تھے۔ بہت طویل گفت و شنید کے بعد حیدرآباد دکن کمپنی مندرجہ ذیل شرائط پر اپنی املاک حکومت سرکار عالی کے ہاتھ فروخت کرنے پر آمادہ ہو گئی۔

(۱) حیدرآباد دکن کمپنی لمیٹڈ کے مقبوضہ سنگارینی کالیریز کمپنی لمیٹڈ کے ۵,۲۲۵,۵۰۵ معمولی حصص جن کی قیمت ۱۰ روپے کلدار فی حصہ ہے ۱۰ روپے کلدار فی حصہ کے حساب سے خریدے جائیں۔

(۲) حیدرآباد دکن کمپنی کے مقبوضہ سنگارینی کالیریز کمپنی لمیٹڈ کے سو سو روپے کلدار کے چھ فیصد والے ۰۰۰ ۱۰ کے مالیتی تمسکات بشمول جمع شدہ سود بابت ۵۰۰ ر ۹۹ پاونڈ خریدے جائیں۔

حیدرآباد دکن کمپنی نے ۲۷,۵۰۰ پاونڈ کے عوض ممالک محروسہ کی کان کنی سے متعلق اپنے حقوق اور مراعات بحق سرکار عالی دست برداری پر بھی آمادگی ظاہر کی جس میں سابق کوئلہ کی کانوں کے پٹے اور اس کے تحت زمینوں سے متعلق بھی شامل ہے۔

حیدرآباد دکن کمپنی کی توقعات سنگارینی کالیریز کمپنی کی توقعات سے وابستہ تھیں جس نے ۱۹۴۲ء کی بابت اپنا تمام قابل حصول منافع (۲,۰۰۳,۹۲۰ اور ۳,۴۹۹ روپے) حصص پر منافع تقسیم کئے بغیر ترقیات کے ایک اہم پروگرام کے لئے محفوظ کر رکھا تھا اور ۱۹۴۲ء میں ابھی صرف ۲½ فیصد منافع کا اعلان کیا اور باقی ماندہ رقم (۱,۲۰۳,۵۰۳ روپے) غالباً برطانوی ہند کی محصول آمدنی کی تکمیل کے لئے رکھ لی۔ ان واقعات کے ساتھ ہی اس وقت ہندوستان پر جاپانی حملہ کا خطرہ بھی درپیش تھا اور ان تمام اسباب کی وجہ سے ۱۹۴۲ء میں سنگارینی کالیریز کے حصص کی قیمت ۱۴٫۰۰ روپے تک گر گئی۔

سنگارینی کالیریز کمپنی کے حصص کا معائنہ کرتے وقت حکومت کے نزدیک یہ امور اہم تھے۔

۱۔ کالیریز کمپنی کی مالی حالت
۲۔ گزشتہ سالوں میں کمپنی کا تقسیم کیا ہوا منافع
۳۔ کمپنی کے لئے مواقع۔ اور
۴۔ کمپنی کو حاصل مراعات اور پٹوں کی قیمت اور ہندوستان میں حصص کا بازاری نرخ۔

۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۲ء تک سنگارینی کالیریز کمپنی کے سات سال کے منافع کا اوسط ۲,۳۶۱,۰۰۰ روپے سالانہ ہے جو اس کے ادا شدہ سرمایہ حصص پر ۱۰٫۹ فیصد ہوتا ہے۔ بعد ازاں سال ۱۰ فیصد منافع دینے کے بعد ۳۱۔ دسمبر ۱۹۴۲ء کو غیر تقسیم کردہ منافع کی مقدار ۴,۷۶۲,۳۵۳ روپے تھی۔ جیسا کہ گوشوارہ ج میں ظاہر کیا گیا ہے اس کے محفوظات کی مقدار ۱۰۷ لاکھ تھی۔ پلانٹ، مشینوں اور عمارتوں وغیرہ کی قیمت کا اندازہ ۱۰,۳۱۳,۰۳۰ روپے کیا گیا ہے جس کے مقابلہ میں ۶۷٫۵ لاکھ کا ایک محفوظ برائے مطالبات فرسودگی ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ پلانٹ مشینوں اور عمارتوں وغیرہ کی تقریباً ۶۰ فیصد لاگت حسابات سے خارج کر کے بطور محفوظ رکھی گئی ہے اور دوسرے محفوظات یعنی ۵٫۵ لاکھ کے عام اور اتفاقی مصارف اور ۳۵٫۴ لاکھ کا غیر تقسیم کردہ منافع اس کے علاوہ ہیں۔

حیدرآباد دکن کمپنی لمیٹڈ کی مستقل سکونت برطانیہ میں ہونے کی وجہ سے اسے اپنی آمدنی پر بھاری محاصل (ایک پاونڈ میں سے تقریباً ۱۰ شلنگ) ادا کرنے پڑتے۔ اس کی یہ آمدنی زیادہ تر اس کے مقبوضہ سنگارینی کالیریز کے حصص سے ہوتی تھی۔ ان حصص کے ہندوستان میں منتقل ہو جانے کے بعد سنگارینی کے حصص پر اس قدر محصول عائد ہوگا۔

سنگارینی کالیریز کمپنی کو جس رقبہ کا پٹہ حاصل ہے اس میں تقریباً ۱۰۰۰ ملین ٹن کوئلہ دستیاب ہو سکتا ہے اور اس کمپنی کے لئے اس کا یقینی موقع ہے کہ وہ اب تک جتنی مدت تک کام کرتی رہی ہے اس کی تقریباً دس گنی مدت تک حسب سابق منافع حاصل کرتی رہے۔ حکومت نے اس کمپنی پر اقتدار حاصل کر کے کوئلہ کی کھدائی کے کام کو ملک کی صنعتی ضروریات کے مطابق مزید ترقی دینے کا حق حاصل کر لیا ہے۔
